گوشۂ فقہاء

امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی شخصیت

ایک تنقیدی جائزہ

****

از کیا ہاشمی

امام ابوحنیفہ اپنی غیر معمولی شخصیت اور علم وفقہ کے میدان میں نمایاں خدمات کی بنا پر تاریخ امت میں ممتاز حیثیت کے حامل ہیں، آپ نے فہم حدیث، استخراج مسائل اور استنباط احکام میں ایک نئی طرز فکر ومنہاج کی بنیاد رکھی اور فقہ میں ایک مستقل مسلک کے بانی ومؤسس ٹھہرے، آپ کے افکار ونظریات کو جہاں علمی حلقوں میں غیر معمولی پذیرائی حاصل ہوئی اور آپ کی مدح وثنا کی گئی، وہاں بعض حلقوں میں آپ طعن وتنقید کا نشانہ بنے۔ باکمال شخصیات کے ساتھ ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ انہیں مدح وتعریف کے ساتھ ساتھ جرح وتنقید کا بھی سامنا کرنا پڑا ہے اور بلند پایہ شخصیات کے لیے یہ کوئی عیب نہیں کیونکہ مسلّم ہے کہ لا یـرمـی شجـر الا ذو ثمر (پھلدار درخت ہی پتھروں کا نشانہ بنتا ہے)۔

مختلف افراد اور طبقوں کی طرف سے امام صاحب کی مخالفت کیوں کی گئی؟ اس کے بنیادی محرکات کیا تھے؟ کیا محض حسد وبغض ہی اس کا واحد محرک تھا؟ جیسا کہ عموماً خیال کیا جاتا ہے: اس

موضوع کو تاریخی تناظر میں دیکھا جائے تو آپ کی مخالفت کے متعدد وجوہ واسباب کا پتہ چلتا ہے۔

مخالفت کے وجوہ واسباب

۱۔ امام ابوحنیفہؒ کی مخالفت کا اصلی سبب اھل الرای اور محدثین کا نظریاتی اختلاف ہے۔ یہ دونوں طبقے علماء کے دو مختلف مکاتب فکر کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ایک طبقہ جس پر اجتہاد اور قیاس کا غلبہ تھا، اس کا مرکز بالخصوص عراق تھا، وہاں کی تہذیبی اور تمدنی زندگی جن مسائل سے دوچار تھی، اس کی بنا پر ضروری تھا کہ نئے مسائل کے متعلق فیصلہ کرنے میں جہاں قرآن وسنت میں کوئی واضح حکم موجود نہ ہو، وہاں رائے اور قیاس سے کام لیا جائے، ان فقہاء پر چونکہ اجتہاد و تفقہ اور استنباط کا وصف غالب تھا، اس لیے "اھل الرای" کہلائے۔ دوسرا طبقہ محدثین یا اھل الحدیث کا تھا جس کا مرکز حجاز تھا، جہاں کی تہذیبی زندگی انتہائی سادہ تھی، اہل حجاز کو جدید تمدنی مسائل سے بہت کم دوچار ہونا پڑتا تھا، اگر انہیں کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو اس کا جواب عموماً حدیث سے مل جاتا تھا، اس لیے رائے اور قیاس کی ضرورت بہت کم پیش آتی تھی۔ پھر احادیث کے قبول کرنے میں بھی ان کے ہاں شدت نہ تھی جب کہ عراق کا حال اس سے مختلف تھا۔ یہاں دوسری قوموں کے آباد ہونے کے باعث وضع احادیث کا چرچا ہو گیا تھا، اس لیے عراق کے علماء کو حدیث کے قبول کرنے کا معیار سخت کرنا پڑا اور اصول روایت کے ساتھ درایت کو بھی شامل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ وہ احادیث کو قبول کرنے میں بے حد محتاط تھے اور دوسری روایات وآثار سے اسے منطبق کرنے کے لیے اس حکم کے اسباب وعلل پر بھی غور کرتے تھے اور نصوص کے مدلولات، اشارات اور مقتضیات کے دقیق اور غامض پہلوؤں کو بھی استدلال میں نظر انداز نہیں کرتے تھے۱۔ اس کے برعکس محدثین کے ہاں احادیث کو ایک تو سخت جرح وتعدیل کے بغیر قبول کر لیا جاتا تھا، دوسرا وہ انہیں ان کے ظاہری الفاظ اور عام متبادر مفہوم پر قائم رکھتے تھے۔ ان پر حدیث کے حفظ و روایت اور اس کی نشر و اشاعت کا وصف غالب تھا اور استنباط احکام کی طرف ان کی توجہ کم تھی۔ ابن خلدون وغیرہ محققین

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

نے "اهل الرای" اور "اهل الحدیث" کے درمیان اختلاف کا اسی نقطہ نظر سے تجزیہ کیا ہے[۲]۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ان دونوں طبقوں کے درمیان حقیقی اختلاف نہ تھا، نہ تو اصحاب رائے سنت پر رائے کو مقدم سمجھتے تھے اور نہ محدثین مطلقاً قیاس کے منکر تھے۔ چونکہ فقہاء کو جدید مسائل وحوادث میں رائے اور قیاس کے استعمال کی زیادہ ضرورت پیش آتی تھی، اس لیے اصحاب الرای کہلائے اور محدثین کو ان کے حدیث میں زیادہ اشتغال کی وجہ سے اصحاب الحدیث کہا جانے لگا۔

امام ابوحنیفہ نے عراق کے مخصوص ماحول میں پرورش پائی تھی، آپ کے تعلیمی مشاغل سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کو علم کلام میں تخصص کا درجہ حاصل تھا، جیسا کہ خود آپ سے مروی ہے:

کنت انظر فی الکلام حتی بلغت فیه مبلغاً یشار الیّ فیه بالاصابع [۳]

(میں علم کلام میں دلچسپی رکھتا تھا حتی کہ اس میں وہ مقام حاصل کر لیا کہ لوگ میری طرف انگلیوں سے اشارے کرنے لگے)۔

ظاہر ہے کہ اس فن میں تخصص فلسفہ و منطق کی مہارت کے بغیر ممکن نہیں، آپ کے ہاں فقہ میں منطقی استدلال اور عقل کا استعمال دراصل اسی ابتدائی ذہنی تربیت کا نتیجہ ہے، آپ کا ابتدائی دور اسی فن کی مشغولیت میں صرف ہوا اور جب اس سے بے زار ہو کہ فقہ و قانون کی طرف متوجہ ہوئے تو طبعاً آپ کی دلچسپی اهل الحدیث کے مدرسۂ فکر کے بجائے اصحاب الرای ہی کی طرف ہو سکتی تھی، چنانچہ آپ اس سے وابستہ ہو گئے اور اجتہاد و استنباط کے نئے اسالیب، قبول روایت کی مخصوص شرائط اور فہم حدیث کے جدید اصول و اسالیب پیش کر کے اس مکتب فکر میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ امام صاحب کا اجتہاد نہ صرف ان مسائل کے دائرے میں محدود رہا جو روز مرہ پیش آتے رہتے تھے، بلکہ آپ ان مسائل کے احکام بھی منضبط کرتے جو ہنوز پیش نہیں آئے تھے، مگر جن کا وقوع عقلاً ممکن ہے۔ ظاہر ہے اس کے لیے وسیع پیمانے پر قیاس کی ضرورت تھی اور اس کا استعمال ہوا، اسی بنا پر آپ کے لیے بالخصوص اهل الرای کا لقب استعمال ہوا، قیاس کے وسیع

استعمال کی وجہ سے محدثین کی طرف سے اھل الرای اور بالخصوص امام ابوحنیفہؒ کی مخالفت ہوئی۔ انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ عوام کہیں اس سے غلط فائدہ اٹھا کر اپنی نفسانی خواہشات کی تائید قرآن وسنت سے نہ کرنے لگیں، مخالفت اتنی شدت اختیار کرگئی کہ آگے چل کر بعض حضرات نے قیاس کی مشروعیت ہی سے انکار کردیا جیسے داؤد ظاہری وغیرہ۔ اگرچہ نئے مسائل سے سابقہ پڑنے پر انہیں قیاس کی ضرورت پیش آئی، مگر انہوں نے اسے ''دلیل'' کا نام دیا[۴]۔ امام صاحب سے تعصب رکھنے والوں نے ان کے خلاف یہ پروپیگنڈا کردیا کہ یہ رائے کو نصوص پر ترجیح دیتے ہیں، جس سے بڑی غلط فہمیاں پیدا ہوئیں اور امام صاحب کو بعض علمی حلقوں میں مطعون ہونا پڑا۔

۲۔ اختلاف کی شدت میں مزید اضافہ اس وقت ہوا جب اس میں سیاسی عنصر بھی شامل ہوگیا، اور بعض حلقوں میں آپ کی مخالفت آپ کے عجمی ہونے کی بناء پر کی گئی۔ مولانا عبیداللہ سندھی امام صاحب کے خلاف تعصب کے پس پردہ، اس محرک کے متعلق ایک نئے زاویے سے بحث کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں اسلام کے ابتدائی دور میں جب عرب مفتوحہ قوموں کے حاکم بنے تو ان میں ایک بڑا گروہ تو وہ تھا جو اسلام کی صحیح نمائندگی کرتا تھا اور عرب اور غیر عرب میں کوئی فرق روا نہ رکھتا تھا، جبکہ ایک گروہ، جسے اسلام کی نمائندہ جماعت نہیں کہا جاسکتا، غیر عربوں پر حکومت کرنا اپنی قومی خصوصیت سمجھتا تھا۔ اس قسم کے لوگوں کی برابر یہ کوشش رہی کہ وہ عجمیوں میں رہتے ہوئے عربیت کی نسلی فضیلت پر زور دیتے رہیں۔ یہ لوگ حنفی فقہ کے سخت دشمن تھے اور شافعی فقہ کو اسلام کے مترادف ثابت کرنے پر مصر تھے[۵]۔ یہ لوگ محض عربی النسل ہونے کی بنا پر امام صاحب کی فقہ سے بغض رکھتے تھے، اور امام صاحب اور ان کے رفقاء سے لوگوں کو بدظن کرنے کے لیے ان کو جھمیت کی طرف منسوب کرتے تھے اور کبھی قیاس کہہ کر بدنام کرتے، تاکہ ان کی فقہ کو فروغ حاصل نہ ہو۔

اس امر پر کافی شواہد موجود ہیں کہ اس قسم کی تنگ اور محدود ذہنیت رکھنے والے بعض عربوں کا امام صاحب سے تعصب ان کے عجمی ہونے کی وجہ سے تھا، اس کا کچھ اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہو

سکتا ہے، جسے مقدسی نے احسن التقاسیم میں نقل کیا ہے کہ ''ایک مرتبہ اندلس کے سلطان کے روبرو حنفی اور مالکی دونوں گروہوں میں مناظرہ ہوا، دریں اثنا سلطان نے دریافت کیا۔ من این کان ابو حنیفة (ابوحنیفہ کہاں کے باشندے تھے؟) لوگوں نے جواب دیا من الکوفة (کوفہ کے رہنے والے تھے)۔ پھر اس نے پوچھا ''مالک کہاں کے تھے''؟ لوگوں نے بتایا کہ مدینہ کے تھے تو سلطان کا فیصلہ یہ تھا: عالم دار الهجرة یکفینا (دارالہجرۃ یعنی مدینے کے عالم ہمیں کافی ہیں)۔ مزید یہ کہ سلطان نے اندلس سے حنفیوں کو نکالنے کا حکم دیا اور کہنے لگا کہ لا احب ان یکون فی عملی مذهبان (میں اپنی حکومت میں دو مذہبوں کی موجودگی گوارا نہیں کرتا)۔ مقدسی لکھتے ہیں: سمعت هذه الحکایة من عدة من مشائخ الاندلس۶ (میں نے یہ واقعہ اندلس کے متعدد مشائخ سے سنا ہے)۔

۳۔ امام صاحب سے محدثین کے اختلاف اور مخالفت کی ایک اہم وجہ ان کے سیاسی نظریات بھی تھے جنہیں محدثین کے حلقوں میں ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا (بالخصوص حکومت کے خلاف خروج کے سلسلے میں ان کی آراء)۔ محدثین بالعموم ''حکومت کے خلاف تلوار اٹھانے کی کسی حال میں بھی اجازت نہ دیتے تھے''۷۔ امام صاحب کا مسلک اس کے خلاف تھا۔ ابوبکر الجصاص لکھتے ہیں: ''ظالموں اور ائمہ جور کے خلاف قتال کے معاملہ میں امام صاحب کا مذہب مشہور ہے''۔ اسی بنا پر اوزاعی نے کہا تھا: احتملنا ابا حنیفه علی کل شیء حتی جاء نا بالسیف فلم نحتمله ۸ (ابوحنیفہ کی ساری باتیں ہم برداشت کرتے رہے حتیٰ کہ یہ شخص بالآخر تلوار لے کر آ گیا جس کے ہم متحمل نہ ہو سکے)۔ اسی نظریے کی بنا پر امام صاحب نے اپنے دور میں اموی اور عباسی حکومتوں کے خلاف اٹھنے والی تحریکوں کے جائز ہونے کا فتویٰ دیا اور ان کی تائید و حمایت کی، اس لیے مذکورہ نقطۂ نظر رکھنے والے محدثین امام صاحب کے متعلق بکثرت یہ الفاظ بطور اعتراض استعمال کرتے ہیں: کان یری السیف فی امة محمد صلی الله علیه وسلم۹ (آپ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تلوار اٹھانے کے قائل تھے)۔ تاریخ بغداد میں متعدد محدثین کے

کسی سرزمین پر ایک حد کے نفاذ کی برکت وہاں چالیس روز نازل ہونے والی بارش کی برکت سے بہتر ہے

حوالے سے امام صاحب پر کیے گئے اس اعتراض کو نقل کیا گیا ہے[۱۰]۔ مولانا مناظر احسن گیلانی کے بقول ''اس سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ امام صاحب ان محدثین کے مذکورہ نقطۂ نظر کے منکر تھے اور اسے غلط سمجھتے تھے''[۱۱]۔ یہ سیاسی اور نظریاتی بعد بھی امام صاحب سے اختلاف کا باعث بنا۔

۴۔ امام ابوحنیفہ سے حسد ورقابت بھی ان سے مخالفت کا ذریعہ بنی، آپ کی بلند پایہ شخصیت، وسیع حلقۂ درس، استنباط احکام کے منفرد اصول، فہم معانی کے جدید اسالیب اور آپ کی وضع کردہ مجلس تدوین کے مدونہ قانون کی شہرت نے امام صاحب کی مقبولیت میں بے پناہ اضافہ کیا، اس غیر معمولی شہرت نے ان کے بعض اہل علم معاصرین میں حسد ورقابت کے جذبات پیدا کیے اور اہل علم کے ساتھ ساتھ امراء و حکام بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ تذکرہ نگاروں نے امام صاحب سے حسد ورقابت پر مبنی متعدد واقعات نقل کیے ہیں[۱۲]۔ خود امام صاحب نے بھی بعض اشعار میں لوگوں کی اس حاسدانہ ذہنیت کا اظہار کیا ہے[۱۳]۔

یحییٰ بن معین کے سامنے اگر کوئی شخص امام صاحب کے خلاف کوئی نازیبا بات کہتا تو وہ یہ اشعار پڑھتے:

حسدوا الفتی اذ لم ینالوا فضله

فالقوم اعداء له وخصوم

کضرائر الحسناء قلن لزوجها

حسداً وبغیاً انها لذمیم[۱۴]

(لوگوں نے اس نوجوان سے حسد کیا جب اس کے رتبہ کو نہ پہنچ سکے، سو قوم ان کی مخالف اور دشمن بنی ہوئی ہے، جس طرح خوبرو عورت کی سوکنیں حسد اور زیادتی کرتے ہوئے اس کے خاوند سے یہ کہتی ہیں کہ وہ تو بدصورت ہے)۔

۵۔ امام صاحب کی اپنے بعض معاصرین کی بعض آراء اور فیصلوں پر سخت تنقید بھی ان کی مخالفت کا باعث بنی، مثلاً ایک موقع پر آپ نے قاضی ابن ابی لیلیٰ کے فیصلے میں چھ غلطیاں نکالیں[۱۵]، ابن

ابی لیلیٰ ہی کی شکایت پر امام صاحب پر حکومت کی طرف سے کچھ عرصے کے لیے فتویٰ دینے کی پابندی بھی لگائی گئی[۱۶]۔ آپ کی مسلسل تنقید کی بنا پر ایک روایت کے مطابق ابن ابی لیلیٰ عہدۂ قضا سے معزول کر دیے گئے۔ موفق مکی لکھتے ہیں: **مازال ابو حنیفه یخطّیء ابن ابی لیلیٰ فی مسائله و قضایاه ویظهر ذلک حتی عزل ابن ابی لیلیٰ عن القضاء**[۱۷]۔ ابن ابی لیلیٰ نے اسی رقابت کی بنا پر امام صاحب کی مخالفت شروع کر دی اور مختلف حیلوں سے آپ کی تحقیر کرنے لگے، حتیٰ کہ امام صاحب کو مجبور ہو کر یہ کہنا پڑا:

> **ان ابن ابی لیلی یستحل منی ما لا یستحل من سنوره و حماره**[۱۸]
>
> (ابن ابی لیلیٰ کی نظر میں میری عزت اتنی بھی نہیں جتنی اسے اپنے کسی پالتو جانور اور گدھے کی ہو سکتی ہے)۔

اسی طرح قاضی کوفہ شریک بھی امام صاحب کی بعض مسائل و آراء میں تنقید کی بنا پر ان سے نالاں تھے[۱۹]۔

۶۔ امام صاحب کو مطعون اور بدنام کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ مامون کے زمانے میں جن محدثین و رواۃ حدیث کو خلق قرآن کے مسئلے میں حکومت وقت کے قاضیوں نے تکالیف پہنچائیں، وہ قاضی اکثر حنفی (معتزلی) تھے، لہٰذا انتقام میں ان محدثین و رواۃ نے ان قاضیوں کے مقتدا یعنی امام صاحب پر الزامات لگائے اور امام صاحب سے تکدر رکھنے کی وجہ سے ہی یہ لوگ امام صاحب کے علوم سے منتفع نہ ہو سکے[۲۰]۔

۷۔ مخالفین کا امام صاحب کے خلاف پروپیگنڈا بھی بڑی غلط فہمیوں کا باعث بنا جس کی بنا پر آپ پر نقد و جرح کی گئی، امام صاحب کو قیاس مشہور کیا گیا۔ بعض لوگوں نے غلط افکار و نظریات مثلاً جہمیت کو آپ کی طرف منسوب کیا۔ ایک شخص محمد بن جعفر خزاعی نے قراءۃ شاذہ میں ایک رسالہ لکھ کر اس کی نسبت امام صاحب کی طرف کر دی جس سے مفسرین کو دھوکا ہوا۔ ابن حجر مکی نے دار قطنی وغیرہ

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

کے حوالے سے اس رسالہ کو موضوع (من گھڑت) قرار دیتے ہوئے امام صاحب کی براءت ظاہر کی ہے۔

بعض لوگوں نے امام صاحب کی تحقیر و تنقیص پر مشتمل ایک کتاب لکھ کر امام غزالی کی طرف منسوب کردی۔ ابن حجر مکی نے اس کی تردید کرتے ہوئے لکھا کہ یہ کسی معتزلی کی تصنیف ہے، غزالی کی طرف اس کی نسبت درست نہیں، کیونکہ غزالی نے احیاء العلوم میں امام صاحب کی مدح و تعریف ایسے الفاظ سے کی ہے جو ان کی رفعت شان کے لائق ہیں ۲۱۔

۸۔ امام صاحب کی مخالفت کا ایک اہم سبب آپ کے اصول اجتہاد، طرز استنباط اور شخصی احوال سے ناقدین کی ناواقفیت بھی ہے۔ محدث ابن داؤد فرماتے ہیں:

> **الناس فی ابی حنیفه رجلان، جاهل به و حاسد له** ۲۲ (ابوحنیفہ پر طعن دو قسم کے لوگوں نے کیا ہے ایک وہ جو ان سے ناواقف تھے اور دوسرے وہ جنہیں ان سے حسد ہے)۔

غلط پروپیگنڈے کے زیر اثر بعض اہل علم امام صاحب سے تکدر رکھتے تھے، مگر جب کبھی ان کی امام صاحب سے ملاقات ہوتی یا ان کے دلائل اور اصولوں سے آگاہی ہوتی تو وہ ان کے علم و فضل کا اعتراف کرتے اور ان کی تعظیم و تکریم اور موافقت کے لیے اپنے کو مجبور پاتے، اس قسم کے متعدد واقعات تذکرہ نگاروں نے نقل کیے ہیں مثلاً: ابن مبارک سے محدث و فقیہ شام اوزاعی نے جب یہ سوال کیا: **من هذا المبتدع الذی بالکوفه یکنی ابا حنیفة؟** (یہ بدعتی شخص کون ہے جو کوفے میں ظاہر ہوا ہے اور اس کی کنیت ابوحنیفہ ہے؟) ابن مبارک نے امام صاحب سے نقل کردہ بعض مسائل پر مشتمل ایک کتابچہ انہیں دیا جس سے متاثر ہو کر اوزاعی نے فرمایا: **هذا نبیل من المشائخ اذهب فاستکثر** (یہ بڑے مشائخ میں سے ہیں، ان سے مزید علم حاصل کرو)۔ پھر جب مکہ مکرمہ میں امام صاحب کی اوزاعی سے ملاقات ہوئی اور بعض مسائل پر بحث ہوئی تو اوزاعی آپ سے بڑے متاثر ہوئے اور ابن مبارک سے فرمایا: ''اس شخص کی علمی رفعت اور عقل کی

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

تیزی پر مجھے رشک آتا ہے، میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں، یقیناً میں کھلی غلطی میں مبتلا تھا، اس شخص کا دامن پکڑلو، میرے پاس امام صاحب کی بابت غلط خبر پہنچائی گئی تھی"[۲۳]۔

امام صاحب کی جب ایک موقع پر امام باقر سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے آپ پر قیاس کی بناپر احادیث کی مخالفت کا الزام لگایا تو آپ نے دلائل کے ساتھ اس کی تردید کی۔ امام باقر آپ سے اس قدر خوش ہوئے کہ اٹھ کر آپ کی پیشانی چوم لی[۲۴]۔ سفیان ثوری کو ابتدا میں آپ سے اس بناپر تکدر تھا کہ آپ قیاس کو نصوص پر مقدم رکھتے ہیں۔ چنانچہ ایک موقع پر سفیان ثوری، مقاتل بن حیان، حماد بن سلمہ اور جعفر صادق ان کے پاس گئے اور بہت سے مسائل پر صبح سے ظہر تک گفتگو رہی جس میں امام صاحب نے اپنے مذہب کے دلائل پیش کیے تو آخر میں سب حضرات نے امام صاحب کے ہاتھوں اور گھٹنوں کو بوسہ دیا اور ان سے کہا:

انت سید العلماء ، فاعف عنا فیما مضی منا من وقیعتنا فیک بغیر علم[۲۵] (آپ علماء کے سردار ہیں، ہم زمانہ ماضی میں ناواقفیت کی بناپر آپ کے بارے میں جو کچھ کہہ چکے ہیں، اسے آپ معاف کردیں)۔

بعض اہل علم اصل حقیقت معلوم نہ ہونے کے باعث اپنے موقف پر قائم رہے اور اپنے اخلاص کی وجہ سے وہ یقیناً معذور ہوں گے، تاہم ان کے اقوال کو امام صاحب کے خلاف بطور حجت پیش کرنا کسی طور درست نہیں۔

امام ابوحنیفہ پر نقد و جرح اور اس کے اہم ماخذ

(الف) محدثین اور ان کی تنقیدات: امام صاحب کے افکار و آراء اور ان کی شخصیت پر نقد و جرح کا سلسلہ تو ان کی زندگی ہی میں شروع ہو چکا تھا اور خود امام صاحب کی نظر میں اس کا عام محرک حسد و بغض تھا، جیسا کہ ان اشعار سے واضح ہے جو امام صاحب نے ایک موقع پر وکیع کے سامنے پڑھے تھے

ان یحسدونی فانی غیر لائمهم

قبلی من الناس من الفضل قدخسدوا

فدام لی ولهم ما بی وما بهم

ومات اکثرنا غیظاً لما یجدوا ۲۶

آپ کے انتقال کے بعد اس میں مزید شدت پیدا ہوئی، الزامات اور پروپیگنڈے کا ایسا طوفان آپ کے خلاف برپا ہوا کہ بڑے بڑے محدثین اس سے متاثر ہو گئے اور آپ کے متعلق ایسے خیالات کا اظہار کر دیا جن سے آپ کی شان رفیع انتہائی بلند ہے۔ محدثین کی ان تنقیدات کو اس تاریخی، سیاسی اور نظریاتی تناظر میں دیکھا جائے (جس کی وضاحت اس سے قبل ہو چکی ہے) تو جہاں امام صاحب کی براءت ظاہر ہو گی وہاں ان ناقدین کے متعلق بھی ہم بدگمانی سے محفوظ رہیں گے۔

ا۔امام ابوحنیفہ اور ابن ابی شیبہ

ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (م ۲۳۵ھ) امام صاحب کے ناقدین میں شامل ہیں، مگر ان کی تنقید بعض فقہی مسائل تک محدود ہے اور تعصب اور تنگ نظری سے پاک ہے، آپ نے مصنف ابن ابی شیبہ میں مستقل ایک فصل قائم کی ہے جس کا عنوان ہے هذا ما خالف به ابو حنیفة الاثر الذی جاء عن رسول الله صلی الله علیه وسلم ۲۷۔اس کے تحت انہوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ امام صاحب نے ۱۲۵ مسائل میں احادیث و آثار کی مخالفت کی ہے۔اس تنقید کی حیثیت نظری اور اجتہادی اختلاف کی ہے اور اہل علم کے ہاں اس میں کوئی مضائقہ نہیں، تاہم حنفی علماء نے امام صاحب کا دفاع کرتے ہوئے ابن ابی شیبہ کے جواب میں تردیدی کتابیں لکھی ہیں ان میں سے قابل ذکر یہ ہیں:

الجواهر المضیئه کے مؤلف حافظ عبدالقادر قرشی نے الدرر المنیفة فی الرد علیٰ

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

ابن ابی شیبہ فی ما اوردہ علیٰ ابی حنیفہ تصنیف کی۔ مشہور حنفی فقیہ قاسم بن قطلو بغا نے الاجوبۃ المنیفۃ عن اعتراضات ابن ابی شیبۃ علی ابی حنیفہ تحریر کی۔ حافظ یوسف صالحی نے عقود الجمان میں مختصر اور اصولی جوابات لکھے ہیں۔ زاہد الکوثری (م ۱۳۷۲ھ) کی تصنیف النکت الطریفۃ فی التحدث عن ردود ابن ابی شیبۃ علی ابی حنیفۃ کے نام سے معروف ہے[۲۸]۔ مؤخر الذکر تصنیف کا تحقیقی معیار کافی بلند ہے۔ مؤلف نے کتاب کے ابتدایے میں وضاحت کی ہے کہ ۱۲۵ اعتراضات میں سے نصف وہ ہیں جن میں دونوں جانب قوی آثار واحادیث ہیں، لہٰذا اختلاف صرف وجوہ ترجیح کا رہ جاتا ہے۔ باقی نصف کے پانچ حصوں میں سے پہلا حصہ وہ ہے جس میں امام صاحب نے کسی خبر واحد کو کتاب اللہ کی وجہ سے رد کیا ہے، دوسرے حصے میں خبر مشہور کی وجہ سے کم درجہ کی حدیث پر عمل نہیں کیا، اور تیسرے حصے میں مدارک اجتہاد اور فہم معانی حدیث کے فرق کی وجہ سے الگ راہ اختیار کی۔ چوتھے حصے میں مؤلف نے حنفی مذہب سے ناواقفیت کی بنا پر اعتراض کیا ہے، اور پانچویں حصے میں جو بارہ تیرہ مسائل پر مشتمل ہے، علی سبیل التنزل یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام صاحب سے ان میں اجتہادی خطا ہوئی ہے[۲۹]۔

۲۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام بخاریؒ

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں بعض اصحاب ظواہر کے حوالے سے امام صاحب پر کافی جرح کی ہے، مثلاً نعیم بن حماد خزاعی، حمیدی اور اسماعیل بن عرعرہ وغیرہ جنہیں فقہ سے مناسبت نہ تھی اور خصوصیت سے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے متعلق اچھے خیالات نہ رکھتے تھے۔ امام بخاری ان حضرات سے متاثر تھے اس لیے ان کے اعتماد پر امام صاحب کے متعلق بعض ایسی باتیں بلا تحقیق نقل کر دیں جو ان کے شایان شان نہ تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے استاد ابن ابی شیبہ کے برعکس امام بخاری کا انداز امام صاحب کے متعلق خاصا جارحانہ ہے۔ انہوں نے اپنی تاریخ میں آپ کے

متعلق یہاں تک لکھ دیا ہے: کان مرجئاً سکتوا عن رایه و حدیثه [۳۰] (آپ مرجئہ تھے، آپ کی رائے اور حدیث سے لوگوں نے سکوت اختیار کیا ہے)۔

۳۔ نعیم بن حماد اور ان کی تنقید

بخاری نے نعیم بن حماد کے طریق سے یہ روایت نقل کی ہے کہ سفیان ثوری کو جب ابو حنیفہ کی وفات کی خبر پہنچی تو فرمانے لگے:

> الحمد لله! کان ینقض الاسلام عروةً عروةً، ما ولد فی الاسلام اشأم منه [۳۱] (الحمدللہ! کہ وہ مرگیا، وہ تو اسلام کی کڑیوں کا ایک ایک حلقہ توڑتا تھا، اسلام میں اس سے بڑا بدبخت کوئی پیدا ہی نہیں ہوا)۔

حالانکہ امام صاحب کی مدح و ثنا میں سفیان ثوری سے متعدد اقوال منقول ہیں [۳۲]، جبکہ نعیم بن حماد راوی کے متعلق اسماء الرجال کی کتابوں میں اچھی خاصی جرح موجود ہے۔ ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہ "شخص تقویت سنت کے لیے جعلی حدیثیں بنایا کرتا تھا، اور امام ابو حنیفہ کی توہین میں جھوٹے قصے گھڑ کر پیش کرتا تھا" [۳۳]۔

۴۔ حمیدی اور ان کی تنقید

بخاری نے اپنے شیخ حمیدی کے حوالے سے "تاریخ صغیر" میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ کے بقول انہیں مکہ مکرمہ میں ایک حجام سے تین سنتیں حاصل ہوئیں۔ اس نے انہیں قبلہ رخ بیٹھنے کو کہا، پھر سر کو داہنے حصے سے شروع کیا اور حجامت دونوں ہڈیوں تک بنائی۔ اسے نقل کرنے کے بعد حمیدی کہتے ہیں:

> فرجل لیس عنده سنن عن رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا اصحابه فی المناسک وغیرها کیف یقلد احکام الله فی المواریث

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

والفرائض والزکاۃ و الصلاۃ وامور الاسلام [۳۴] (ایک شخص جس کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں نہ تو مناسک وغیرہ میں تھیں اور نہ اس کے اصحاب کے پاس، تعجب ہے کہ لوگوں نے اسے احکام خداوندی، وراثت، فرائض، زکاۃ، صلاۃ اور دوسرے امور اسلام میں اپنا مقتدیٰ بنالیا ہے)۔

حمیدی باوجودیکہ بلند پایہ محدث ہیں، مگر ان کے متعلق تاج الدین سبکی کی اس رائے کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ "وہ فقہائے عراق کے بارے میں شدید تھے اور ان کے خلاف برے کلمات استعمال کرتے تھے جو ان کے لیے موزوں نہ تھے" [۳۵]۔

امام صاحب کی طرف بہت سی غلط باتیں منسوب کر کے انہیں بدنام کیا گیا۔ ابن تیمیہ **منہاج السنۃ** میں ان کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "امام ابوحنیفہ سے اگرچہ کچھ لوگوں کو بعض مسائل میں اختلاف رہا ہے، لیکن ان کے تفقہ، فہم اور علم میں کوئی ایک آدمی بھی شک وشبہ نہیں کرسکتا، کچھ لوگوں نے ان کی تذلیل وتحقیر کے لیے ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کی ہیں جو قطعاً جھوٹ ہیں جیسے خنزیر بری کا مسئلہ اور اس قسم کے دیگر مسائل" [۳۶]۔ سخاوی شافعی نے بھی **الاعلان بالتوبیخ** میں بعض محدثین کی ائمہ مجتہدین کے متعلق غیر محتاط روش پر نقد کرتے ہوئے دوسروں کو اس کی اتباع سے منع کیا ہے [۳۷]۔

۵۔ امام ابوحنیفہ، نسائی، دارقطنی، ابن عدی اور حاکم کی نظر میں

امام صاحب کے متعلق نسائی نے اپنی کتاب **کتاب الضعفاء والمتروکین** میں لکھا ہے: **لیس بالقوی فی الحدیث** [۳۸]۔ دارقطنی نے اپنی سنن میں ایک حدیث کے تحت آپ کو "ضعیف" لکھا ہے [۳۹]۔ ابن عدی نے **الکامل فی ضعفاء الرجال** میں آپ کی تضعیف پر متعدد اقوال نقل کیے ہیں [۴۰]۔ حاکم نے امام صاحب پر کسی قسم کی جرح نہیں کی، تاہم اندازہ ہوتا ہے کہ وہ امام صاحب کے متعلق صرف اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ ان کا پایہ حدیث میں بلند نہیں، مثلاً

اپنی تصنیف المدخل الیٰ علم الحدیث میں ائمہ محدثین کے ضمن میں دیگر ائمہ مجتہدین کا ذکر تو تعظیمی القاب کے ساتھ کیا ہے جب کہ امام صاحب اور ان کے اصحاب کا محض نام ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے کہتے ہیں: وھذا مالک بن انس امام اھل الحجاز بلا مدافعة امام شافعی کے متعلق لکھتے ہیں: وھو الامام لاھل الحجاز بعد مالک . اور امام صاحب اور صاحبین کے متعلق لکھتے ہیں: "وھذا ابو حنیفه ثم بعده ابو یوسف یعقوب بن ابراھیم القاضی و محمد بن الحسن الشیبانی "[۴۱]۔امام صاحب کی تضعیف کے متعلق ان آراء پر آگے بحث آئے گی۔

(ب) تاریخ بغداد: نقد و جرح کا اہم ماخذ

امام صاحب کے تذکرہ نگاروں میں ایک اہم نام ابو بکر احمد بن علی الخطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ) کا ہے جن کی تاریخ میں مہارت اہل علم کے ہاں مسلم ہے اور ان کی شہرہ آفاق تصنیف تاریخ بغداد اس پر گواہ ہے۔اس کتاب میں انہوں نے محدثین کے طریقے کے مطابق (اسناد کے ساتھ) اہل بغداد کا تذکرہ کیا ہے،اور مختلف رجال کے تذکروں میں ان کی مدح وثنا کے ساتھ ساتھ جو اقوال و واقعات ان کی نقد و جرح کے متعلق منقول ہیں جمع کر دیے ہیں،اہل بغداد میں امام ابو حنیفہؒ کا تذکرہ بھی بڑی تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔اس اعتبار سے یہ کتاب امام صاحب کے متعلق معلومات کا اہم ماخذ شمار ہوتی ہے۔خطیب نے آپ کا تذکرہ آپ کے مناقب و محامد سے شروع کیا ہے جو تقریباً چھیالیس صفحات پر مشتمل ہے[۴۲]۔ بعد ازاں امام صاحب کی نقد و جرح پر مبنی چھیاسی صفحات میں تقریباً ڈیڑھ سو روایات جمع کر دی ہیں[۴۳]۔اس بنا پر یہ کتاب امام صاحب کی جرح کا اہم اور بنیادی ماخذ ہے۔

خطیب کا نقد و دفاع

خطیب کے اس طرز عمل کو بعض اہل علم نے تعصب پر محمول کرتے ہوئے انہیں ہدف ملامت بنایا ہے اور بعض نے ان کا دفاع کرتے ہوئے ان کے طرز عمل کی تصویب کی ہے۔ تصویب کرنے والوں کے نزدیک خطیب نے تصویر کے دونوں رخ پیش کر کے مؤرخانہ فرض ادا کیا ہے اور کہیں بھی یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ ان اقوال سے متفق ہیں۔ یہ ان کا طرز تصنیف ہے کہ وہ رجال کی مدح و ثنا اور نقد و جرح میں ہر قسم کے اقوال نقل کر دیتے ہیں[۴۴]۔

حافظ ابن الجوزی حنبلی نے خطیب کو متعصبین اور قلیل الانصاف لوگوں میں شمار کیا ہے[۴۵]۔

حافظ ذہبی نے خطیب بغدادی پر یہ الزام لگایا ہے کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں جعلی اور موضوع روایات درج کر کے سنت پر ظلم ڈھایا ہے[۴۶]۔ جمال الدین یوسف حنبلی نے بھی خطیب کو امام صاحب کے بارے میں متعصب قرار دیا ہے[۴۷]۔ حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعی بھی خطیب کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''انہوں نے امام ابوحنیفہ کے کے متعلق ناروا باتیں لکھ کر اپنی کتاب کو سخت داغدار کر دیا ہے اور ہدف ملامت بن گئے ہیں''[۴۸]۔

مؤرخ ابن خلکان شافعی نے بھی خطیب کے اس طرز عمل پر نقد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''انہوں نے امام صاحب کے بہت سے مناقب ذکر کیے ہیں اور اس کے بعد کچھ ایسی ناگفتہ بہ باتیں بھی لکھ دی ہیں جن کا ذکر نہ کرنا اور ان سے اعراض کرنا ہی بہت مناسب تھا، کیونکہ نہ تو امام صاحب جیسی شخصیت کی دیانت میں شبہ کیا جا سکتا ہے اور نہ آپ کے ورع اور حفظ پر کوئی نکتہ چینی کی جا سکتی ہے''[۴۹]۔

ابن حجر مکی شافعی خطیب کی اس روش پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''ان کا مقصد امام صاحب کی توہین و تنقیص نہ تھی، کیونکہ انہوں نے مادحین کا کلام پہلے اور بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے --- اس کے بعد قادحین و ناقدین کا کلام نقل کیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اتنا بڑا شخص بھی

حاسدین و جہال کے طعن سے محفوظ نہ رہا، اوراس کی دلیل یہ ہے کہ امام صاحب کی قدح میں جو اسناد ذکر کی ہیں، وہ بیشتر متکلم فیہ یا مجہول راویوں سے منقول ہیں اوراس طرح کی اسانید سے بالاتفاق کسی مسلمان کی ہتک عزت نہیں کی جا سکتی چہ جائیکہ مسلمانوں کے امام کی''۵۰۔

ہمارے خیال میں خطیب کا یہ طرز عمل ان کی محدثانہ ومؤرخانہ شان کے مناسب نہیں۔ان کا پایہ حدیث، رجال اور جرح وتعدیل میں کافی بلند ہے اوراس موضوع پر ان کی متعدد تصانیف بھی ہیں، جبکہ انہوں نے امام صاحب کی نقد وجرح ایسی اسانید کے ساتھ نقل کی ہے جن کے بیشتر راوی محققین کے نزدیک وضاع یا مجہول ہیں، ان پر کوئی تبصرہ خطیب نے نہیں کیا، حالانکہ انہوں نے امام صاحب کے مناقب سے متعلق بعض جعلی روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے انہیں موضوع قرار دیا ہے۔خطیب نے ان نقل کردہ اعتراضات کے متعلق اپنی کوئی ذاتی رائے تو ظاہر نہیں کی جس سے اندازہ ہو کہ وہ ان سے متفق ہیں، لیکن مناسب یہی تھا کہ امام صاحب جیسی جلیل القدر ہستی کی خامیوں پر مبنی روایات کو یا تو نظر انداز کر دیا جاتا، یا بلا نقد وتبصرہ انہیں ذکر نہ کیا جاتا۔

خطیب کے رد میں لکھی جانے والی کتب

خطیب کی اس غیر محتاط روش پر بعض اہل علم نے سخت ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے اس کے رد میں مستقل کتابیں تصنیف کیں جن میں بالخصوص امام صاحب سے متعلق جرحوں پر بحث کی گئی ہے مثلاً **السهم المصيب في الرد على الخطيب** جو ملک معظم عیسیٰ بن عادل نے تالیف کی ۵۱۔ سبط ابن الجوزی نے **الانتصار لامام ائمة الامصار** دو جلدوں میں تالیف کی۔ ابوالمؤید الخوارزمی نے بھی **جامع المسانيد** کے مقدمے میں خطیب کا رد لکھا، مگر اس موضوع پر سب سے اہم تصنیف شیخ محمد بن زاہد الکوثری کی **تانيب الخطيب علىٰ ماساقه في ترجمة ابي حنيفه من الاكاذيب** ہے جو سب کتب پر فائق ہے اوراس میں انتہائی تحقیق وتدقیق کے ساتھ امام صاحب اور صاحبین وغیرہ کے رد وقدح سے متعلق اقوال وواقعات کا روایتی اور درایتی

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ : امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

پہلوؤں سے جائزہ لیا گیا ہے اور ہر واقعہ کی سند پر کلام کر کے اس کا موضوع ہونا دلائل کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ خطیب پر بھی اچھی خاصی جرح کی گئی ہے۔تانیب کے رد میں عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمی نے بھی ایک رسالہ تالیف کیا جس کا نام **طلیعة التنکیل بما فی تانیب الکوثری من الاباطیل** ہے،کوثری نے اس کے جواب میں **الترحیب بنقد التانیب** تحریر کی جو کہ **تانیب الخطیب** کے ساتھ ملحق ہے[۵۲]۔

خطیب کی **تاریخ بغداد** ناقدین امام کا اہم ماخذ رہی ہے،بعد کے ادوار میں بھی ناقدین اسی کے حوالے سے امام صاحب پر نقد و جرح کرتے رہے ہیں جن کے معقول جوابات ہر دور کے اہل علم نے اپنی تصانیف میں دیے ہیں جن کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

دفاع امام ابوحنیفہ،اس کے اہم ماخذ اور ان پر نقد و نظر

امام صاحب کے افکار و نظریات اور ان کی شخصیت کو بعض حلقوں میں جس بری طرح مطعون کیا گیا،انصاف پسند حلقوں نے اس پر سخت تشویش ظاہر کی اور اس کے ردعمل میں امام صاحب کی حمایت و دفاع میں مستقل کتابوں کی تصنیف کا سلسلہ شروع ہوا۔امام صاحب کی جلالت شان کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ مصنفین کی اس جماعت میں احناف کے ساتھ ساتھ شافعی،حنبلی اور مالکی بھی شریک ہیں۔ان تصانیف کو ان کے مواد اور موضوعات کی مناسبت سے ہم نے تین اقسام میں تقسیم کیا ہے:

(الف) بعض تصانیف مستقل طور پر امام صاحب کے مناقب و فضائل اور اوصاف و کمالات پر مشتمل ہیں،ان کا مقصد امام صاحب کی عظمت شان کو اجاگر کرنا ہے۔

(ب) بعض تصانیف ان مطاعن و اعتراضات کے جواب میں تحریر کی گئی ہیں جو وقتاً فوقتاً امام صاحب پر کیے گئے ہیں۔

(ج) امام صاحب کے مسلک کا دفاع کرتے ہوئے دیگر مسالک پر اس کی فضیلت و فوقیت ثابت کی گئی ہے۔

(الف) کتب مناقب اوران پرنقد ونظر

امام صاحب کی سیرت وسوانح، فضائل ومناقب پر جوکتب تحریر کی گئیں، شبلی کے الفاظ میں ''ان ناموروں نے لکھیں جوخوداس قابل تھے کہ ان کی مستقل سوانح عمریاں لکھی جاتیں''[۵۳]۔ان میں سے مشہور کتب حسب ذیل ہیں:

عقود المرجان ، قلائد عقود الدرر و العقیان ازاحمد بن طحاوی،مناقب النعمان کے نام سے احمد بن الصلت،ظہیرالدین المرغینانی،محمد بن احمد شعیب نے کتابیں تصنیف کیں، البستان فی مناقب النعمان ازعبدالقادربن ابی الوفاءالقرشی ،شقائق النعمان فی مناقب النعمان ازعلامہ جاراللہ زمخشری،تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ ازجلال الدین سیوطی،تحفۃ السلطان فی مناقب النعمان ازابوسفیان بن کاس،عقود الجمان فی مناقب النعمان ازمحمد یوسف دمشقی،تنویر الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ ازیوسف بن عبدالہادی، الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ النعمان اور قلائد العقیان ازابن حجرمکی شافعی،مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبیہ ابی یوسف و محمد بن الحسن ازحافظ ذہبی، الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء ازابن عبدالبر مالکی، مناقب الامام الاعظم ازصدرالائمہ موفق بن احمدمکی وابن شہاب کردری ومحمد بن احمد السغدی معروف بابن عوام وشیخ ابوسعید (بزبان فارسی) ومحمد کامی آفندی (بزبان ترکی) وسعدالدین آفندی (بزبان ترکی)،اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ ازابوعبداللہ الصمیری وغیرھم۔ان کے علاوہ اردومیں سیرۃ النعمان ازشبلی نعمانی اورعربی میں ابوزہرہ کی ابو حنیفۃ: حیاتہ وعصرہ ، آراؤہ وفقہہ زیادہ ترامام صاحب کےافکاروآراء کےتحقیقی مطالعہ پرمشتمل ہیں،علاوہ ازیں رجال اورتاریخ کی مستندکتابوں میں بھی آپ کاجزوی تذکرہ موجود ہے۔

ان کتب کے تجزیاتی مطالعہ سےدرج ذیل اموسامنے آتے ہیں:

حد یعمل فی الارض خیر لاھل الارض من ان یمطروا اربعین صباحا ☆ الحدیث

۱۔ مناقب میں مدحیہ اقوال کی کثرت

امام صاحب کی جس انداز میں تحقیر و تنقیص کی گئی، ردعمل میں اسی قدر فضیلت و منقبت کو اجاگر کیا گیا حتیٰ کہ بعض اکابر فقہاء و محدثین نے آپ کے مناقب کے ذکر کو افضل الایمان قرار دیا۵۴۔ ان کتب میں امام صاحب کی مدح میں بڑے بڑے علماء، فقہاء، محدثین، بالخصوص معاصرین کے مدحیہ اقوال جمع کیے گئے ہیں جو بیشتر سندوں کے ساتھ منقول ہیں مثلاً یحییٰ بن سعید القطان، عبداللہ بن مبارک، ابن داؤد، شعرانی، ابن جریج، شعبہ بن الحجاج، مالک، شافعی، ذہبی، ابن الاثیر جزری، ابن ندیم، سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن آدم، وکیع بن الجراح، اعمش، اسحٰق بن راہویہ، یزید بن ہارون، ابن حجر عسقلانی، مسعر بن کدام، سفیان ثوری، ابن حجر مکی، ابن عبدالبر مالکی، یحییٰ بن معین، علی بن المدینی اور ابن تیمیہ وغیرہ۔

۲۔ مناقب ابوحنیفہؒ پر مشتمل احادیث اور ان کی حیثیت

ان کتابوں میں امام ابوحنیفہؒ کے مناقب سے متعلق بعض احادیث بھی درج کی گئی ہیں۔ ان میں سے بعض تو وہ ہیں جو احادیث کے مستند مجموعوں میں موجود ہیں جن کا مضمون مشترک ہے، البتہ الفاظ میں قدرے اختلاف ہے۔ ان احادیث جن کا مضمون یہ ہے کہ اگر علم (یا ایمان) ثریا کے پاس بھی ہوگا تو اہل فارس میں سے ایک شخص (یا کچھ لوگ) اسے ضرور پالے گا"۔ یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ صحیحین، معجم طبرانی، مسند احمد بن حنبل اور موارد الظمآن میں موجود ہے۵۵۔

سیوطی ان احادیث کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں امام ابوحنیفہ کی بشارت دی ہے (**قد بشر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالامام ابی حنیفہ فی الحدیث**)۵۶۔ ابن حجر مکی نے بھی امام صاحب کی بشارت اور فضیلت

کسی سرزمین پر ایک حد کے نفاذ کی برکت وہاں چالیس روز نازل ہونے والی بارش کی برکت سے بہتر ہے

تامہ کے لیے اسے صحیح اور قابل اعتماد اصل قرار دیا ہے۵۷۔ ابو زہرہ نے یہ حدیث ''موالی میں کثرت علم'' کے ضمن میں تحریر کی ہے کہ اہل فارس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کی بنا پر علم کے حامل ہوں گے، مگر اسے امام صاحب کے مناقب میں ذکر نہیں کیا۵۸۔ حقیقت یہ ہے کہ ان احادیث میں جہاں اہل فارس کے حامل علم ہونے کی بشارت ہے وہاں ان احادیث کا اولین مصداق امام ابوحنیفہ ہیں، جیسا کہ محققین کی رائے ہے۔

ان احادیث کے برعکس بعض معتقدین نے غلو سے کام لیتے ہوئے امام صاحب کے مناقب میں کچھ موضوع احادیث بھی پیش کر دی ہیں جن میں سے بعض کتب مناقب میں موجود ہیں۔ اگرچہ آپ کے مناقب نویسوں میں سے محققین اہل علم مثلاً طحاوی، محی الدین قرشی، سیوطی، ابن عبدالبر مالکی اور دیگر حنفی ثقہ اور نقاد حضرات نے ان کے ذکر سے احتراز کیا ہے۔ ان موضوع روایات میں سے چند ایک یہ ہیں مثلاً: ''میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام ابوحنیفہ النعمان ہے، وہ قیامت تک میری امت کا چراغ ہے''۔ اسی طرح یہ حدیث کہ ''دنیا کی زینت ۱۵۰ھ میں اٹھا دی جائے گی''۔ اور یہ حدیث کہ ''تمام انبیاء مجھ پر فخر کرتے ہیں اور میں ابوحنیفہ پر فخر کرتا ہوں''۵۹۔ محققین نے ان روایات کو موضوعات (من گھڑت روایات) میں شمار کیا ہے۔ ابن حجر مکی لکھتے ہیں: ''امام اعظم کی شان اس سے بالا ہے کہ بخاری و مسلم کی حدیث کی موجودگی میں ان کی فضیلت و بزرگی کے لیے کسی موضوع حدیث یا لفظ موضوع سے سند لائی جائے''۶۰۔

۳۔ مدح میں افراط و غلو

کتب مناقب میں امام صاحب کی مدح میں کہیں کہیں افراط و غلو سے بھی کام لیا گیا ہے جن پر بعض محققین نے نقد و جرح کرتے ہوئے ان کی نشاندہی کی ہے، مثلاً امام صاحب کے متعلق بشارات کا تورات میں موجود ہونا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوحنیفہ کا نام لینا اور انہیں سراج الامۃ وغیرہ کہنا۶۱۔

☆ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

امام صاحب کے مناظرات اور نکتہ آفرینیوں کے متعلق بہت سے قصے عوام میں شہرت پکڑ چکے تھے۔ بعض مصنفین نے از راہ عقیدت بلا نقد و تبصرہ انہیں نقل کر دیا جس سے بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہوئیں اور مخالفین کو امام صاحب پر نکتہ چینی کا موقع ملا، اسی بنا پر اہل تحقیق محدثین نے ان کے ذکر میں احتیاط سے کام لیا ہے۔

امام صاحب کے زہد و تقویٰ اور اخلاق و عادات کے بیان میں بھی خوش اعتقادی اور مبالغہ کا عنصر موجود ہے، مثلاً چالیس برس تک ان کا عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھنا، تیس برس تک متصل روزے رکھنا، نہر کوفہ میں مشتبہ گوشت کا ٹکڑا گرنے کی وجہ سے ایک عرصے تک مچھلی نہ کھانا (کہ شاید مچھلیوں نے کھا لیا ہو)، اسی طرح ایک شبے پر بکری کا گوشت ترک کرنا وغیرہ۔ علامہ شبلی کے نزدیک یہ واقعات نہ تاریخی اصول سے ثابت ہیں، اور نہ ان سے کسی کے شرف پر استدلال ہو سکتا ہے[۶۲]۔

(ب) مطاعن و اعتراضات کے رد پر مبنی کتب

بعض کتب مناقب میں ضمناً امام صاحب پر کیے جانے والے مطاعن و اعتراضات کا بھی جواب دیا گیا ہے، لیکن بعض اہل علم نے اس موضوع پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان میں سے بعض کتابیں تو وہ ہیں جو ابن ابی شیبہ اور خطیب بغدادی کے رد میں لکھی گئی ہیں، جن کا ذکر اس سے قبل ہو چکا ہے ان میں بھی اس موضوع پر بڑی عمدہ بحثیں موجود ہیں۔

دیگر اہم کتب میں سے ایک **الابانة فی رد المشنعین علیٰ ابی حنیفة** ہے جو قاضی احمد بن عبد القاسم کی تصنیف ہے۔ **الجواهر المضیئه** کے مؤلف نے اسے نہایت عمدہ تصنیف قرار دیا ہے[۶۳]۔ اس کے علاوہ اردو میں بھی اس موضوع پر کتابوں کا اچھا خاصا ذخیرہ موجود ہے جن میں سے **مقدمہ انوار الباری شرح صحیح البخاری** از احمد رضا بجنوری اور **مقام ابی حنیفه** از مولانا سرفراز خان صفدر قابل ذکر ہیں۔

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

اس موضوع پر لکھنے والے مصنفین میں سے بعض نے دفاع میں اعتدال وتوازن کو مدنظر رکھا ہے جب کہ بعض کے ہاں جوشِ عقیدت کی بناپر قدرے غلونمایاں ہے۔

(ج) مذہب ابی حنیفہ کی ترجیح پر کتب

امام صاحب پر اکثر یہ اعتراض کیا جاتا رہا ہے کہ ان کی فقہ رائے اور قیاس پر مبنی ہے، آپ کے طرز استنباط، اجتہادی اصول اور مستنبط شدہ مسائل پر بھی کافی نقد وجرح کی گئی ہے، بعض اہل علم بالخصوص احناف نے امام صاحب کے فقہی مسلک کا دفاع کرتے ہوئے اس کی فضیلت وفوقیت پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔ یہ ان کتب کے علاوہ ہیں جو ابن ابی شیبہ کے ان اعتراضات کے جواب میں لکھی گئی ہیں جن میں انہوں نے امام صاحب کو حدیث کا مخالف قرار دیا تھا جن کا ذکر اس سے قبل ہو چکا ہے۔ دیگر کتب میں سے **النکت الطریفة فی ترجیح مذهب ابی حنیفه** از اکمل الدین محمد بن محمود حنفی قابل ذکر ہے۔ اسی موضوع پر شیخ محمد بن یحیٰ الجرجانی کی بھی ایک تصنیف ہے۔ سبط ابن جوزی کی **الانتصار** اور قاضی ابوجعفر کی **الابانة** میں بھی اس موضوع پر کافی مواد ہے، ان کے علاوہ مختلف کتب احادیث کی شروح میں حنفی مسلک کا دفاع کیا گیا ہے، مثلاً عینی کی **عمدة القاری** شرح بخاری، ملا علی القاری کی **مرقاة المفاتیح**، علامہ انور شاہ کشمیری کے افادات پر مشتمل شروح بخاری-**فیض الباری** اور **انوار الباری** اور **معارف السنن** شرح ترمذی وغیرہ۔ اس سلسلے کی سب سے اہم تصنیف علامہ ظفر احمد عثمانی کی **اعلاء السنن** ہے جو بیس ضخیم جلدوں میں ہے[۶۴]۔ اس میں امام صاحب کی فقہ کے تمام دلائل جمع کر کے ان پر محدثانہ بحث کی گئی ہے اور اختلافی مسائل میں ذخیرہ احادیث کے ذریعے ان کی تائید کی گئی ہے۔

ان مستقل تالیفات کے علاوہ مختلف علماء مثلاً ابن تیمیہ نے **الفرقان بین الحق والباطل** [۶۵] میں، ابن خلدون نے "مقدمہ" [۶۶] میں، حافظ محمد بن ابراہیم الوزیر نے **الروض الباسم** [۶۷] میں، سخاوی نے **الاعلان بالتوبیخ** [۶۸] میں اور عبدالوہاب شعرانی نے **المیزان**

☆ امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے

الکبریٰ میں ۶۹ ضمناً آپ کا دفاع کرتے ہوئے مختلف الزامات کی تردید کی ہے۔

(د) امام صاحب کے متعلق نقل کردہ مشہور اعتراضات اوران کا تجزیہ

امام صاحب کے دفاع میں لکھی جانے والی کتابوں میں زیادہ تر ان مطاعن واعتراضات کا جواب دیا گیا ہے جو حدیث میں آپ کے کم رتبہ ہونے، قیاس اور رائے کو حدیث پر ترجیح دینے اور آپ کے فقہی اجتہادات کے کمزور و بے بنیاد ہونے سے متعلق ہیں۔ مقالے کے اس حصہ میں ہم نے یہ کوشش کی ہے کہ امام صاحب پر کیے جانے والے ہر قسم کے مطاعن واعتراضات اور تنقیدات کو منتشر کتب سے یکجا کر کے ان کا تجزیہ کیا جائے اور محققین کی آراء کی روشنی میں ان کے اصولی جوابات دیے جائیں، البتہ فقہی جزئیات اور اجتہادی مسائل میں تنقید کو ہم نے موضوع بحث نہیں بنایا، اس پر مستقل کتب موجود ہیں، نیز اجتہادی خطاء سے صرف پیغمبر ہی معصوم ومحفوظ ہو سکتا ہے۔ یہاں اس کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ ان میں سے بعض اعتراضات وتنقیدات حسد وتعصب کا نتیجہ ہیں، اور بعض لاعلمی اور ناواقفیت کی بنا پر کیے گئے ہیں۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

ا۔ قلت حدیث

امام صاحب کے خلاف سب سے زیادہ جس الزام کو دہرایا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ آپ قلیل الحدیث تھے۔ اس کے لیے مختلف دلائل کا سہارا لیا جاتا ہے، مثلاً شیخ بخاری حمیدی کا یہ قول کہ امام صاحب نے مناسک حج کے متعلق چند سنتیں حجام سے سیکھیں اور آپ پر یہ الزام لگایا کہ انہیں مناسک میں نہ تو سنت رسول کا علم تھا نہ سنت صحابہ کا ۷۰۔ نیز ابن خلدون نے بعض لوگوں کے حوالے سے ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ "آپ کی روایات سترہ احادیث تھیں"۷۱ محققین نے اس موضوع پر مفصل کلام کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

- امام ابو حنیفہؒ نے کوفے جیسے عظیم شہر میں جو فقہ وحدیث کا بڑا مرکز تھا، پرورش پائی اور تعلیم حاصل

☆ لا اجتہاد عند ظہور النص ☆ نص کی موجودگی میں اجتہاد جائز نہیں ☆

کی۔ ابن سعد کے بقول کوفہ صحابہ کی ایک بڑی جماعت کا مسکن تھا جن میں سے تین سو اصحاب الشجرہ میں سے اور ستر صحابہ بدری تھے[۷۲]۔ قتادہ سے منقول ہے کہ صحابہ میں سے ایک ہزار پچاس اشخاص کوفہ میں آ کر فروکش ہوئے تھے[۷۳]۔ بعض اہل علم نے کوفہ میں حدیث کی کثرت پر بڑی شہادتیں جمع کی ہیں[۷۴]۔

● امام صاحب نے جن شیوخ و اساتذہ سے علم حدیث حاصل کیا ان کا حدیث میں مقام بہت بلند تھا۔ جیسے امام شعبی اور حماد بن سلیمان (مسلم، ابو داؤد، ترمذی وغیرہ میں ان کی روایات موجود ہیں)۔ ان کے علاوہ جن جلیل القدر تابعین سے آپ نے علمی استفادہ کیا ان میں ابراہیم نخعی، قاسم بن محمد، قتادہ، نافع، طاؤس، عکرمۃ، عطاء بن ابی رباح، عمرو بن دینار، سلیمان الاعمش قابل ذکر ہیں[۷۵] (ان کی روایات صحاح ستہ میں موجود ہیں)۔ بعض اہل علم نے آپ کے مشائخ کی تعداد چار ہزار بتائی ہے، ان میں سے اکثریت محدثین کی ہے[۷۶]۔

● امام صاحب کے تلامذہ میں ایک بڑی تعداد محدثین کی ہے جن میں سے بعض کو امامت کا درجہ حاصل ہے، مثلاً عبداللہ بن مبارک، جرح و تعدیل کے امام یحیٰی بن سعید القطان اور یحیٰی بن معین، مسعر بن کدام، وکیع بن الجراح، یزید بن ہارون، مکی بن ابراہیم، یحیٰی بن زکریا، ابو عاصم النبیل، قاسم بن معن، علی بن مسہر، عباد بن العوام، صلت بن الحجاج وغیرہ (ان کی مرویات صحاح ستہ وغیرہ میں موجود ہیں)۔

● بعض محققین نے تاریخی حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ تقریباً تمام اصحاب کتب حدیث امام صاحب کے بالواسطہ شاگرد ہیں[۷۷]۔

● بڑے بڑے علماء حدیث نے علم حدیث میں آپ کے بلند مقام کا اعتراف کیا ہے، خصوصاً مناقب ابی حنیفہ سے متعلق کتب میں اس موضوع پر ان کے اقوال اتنے زیادہ ہیں کہ ان سے ایک مستقل کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ محدث مکی بن ابراہیم انہیں اعلم الزمان[۷۸] کہتے ہیں (محدثین

کے ہاں عالم اسے کہا جاتا ہے جو متون واسانید دونوں کا حافظ ہو) شعبہ انہیں **حسن الفهم ، جيد الحفظ** کے لقب سے یاد کرتے ہیں[۷۹]، ذہبی نے امام صاحب کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے اور **الامام الاعظم فقيه العراق** کے لقب سے یاد کیا ہے[۸۰] (اور حافظ محدثین کی اصطلاح میں وہ ہوتا ہے جسے کم از کم ایک لاکھ احادیث یاد ہوں)۔

امام زفر سے منقول ہے کہ بڑے بڑے محدثین مثلاً زکریا بن ابی زائدہ، عبدالملک بن ابی سلیمان، لیث بن ابی سلیم، مطرف بن طریف، حصین بن عبدالرحمٰن وغیرہ امام ابوحنیفہ سے علمی مسائل دریافت کرتے اور جس حدیث کے متعلق ان کو اشتباہ ہوتا، اس کے متعلق سوال بھی کرتے تھے "**يختلفون الى ابى حنيفه ويسالونه عما ينوبهم من المسائل وما يشتبه عليهم من الحديث**"[۸۱]۔ طحاوی، ذہبی، سیوطی، ابن حجر مکی اور ملا علی قاری جیسے جلیل القدر محدثین نے امام صاحب کے مناقب پر کتابیں تصنیف کی ہیں اور حدیث میں ان کے مقام بلند کا اعتراف کیا ہے۔

● امام صاحب کی خدمات حدیث میں سے ایک اہم خدمت ان کی احادیث پر مشتمل **کتاب الآثار** ہے۔ سیوطی کے نزدیک یہ فقہی ابواب پر حدیث کی سب سے پہلی مرتب کتاب ہے اور امام مالک نے موطا کی ترتیب میں اسی کی پیروی کی ہے[۸۲]۔ یہ کتاب آپ کے شاگردوں ابو یوسف، محمد، زفر اور حسن بن زیاد سے مروی ہے۔ اس کے علاوہ بڑے بڑے محدثین نے امام صاحب کی مرویات جمع کر کے **مسند ابی حنیفه** کے نام سے انہیں مرتب کیا۔ ان کی تعداد اکیس کے قریب ہے، ان میں ابو نعیم اصفہانی، ابن عساکر، ابن مندہ اور حافظ ابن عدی جیسے محدثین شامل ہیں۔ محدث خوارزمی نے **جامع المسانيد للامام الاعظم** کے نام سے پندرہ مسانید کو جمع کر دیا ہے۔

● امام صاحب مجتہد مطلق تھے اور اجتہاد علم حدیث میں مکمل بصیرت اور مہارت کے بغیر ممکن نہیں

جیسا کہ حافظ یوسف صالحی لکھتے ہیں: ولو لا کثرة اعتنائه بالحدیث ماتهیا له استنباط مسائل الفقه ۸۳ (اگر وہ حدیث کا بکثرت اہتمام نہ کرتے تو فقہ کے مسائل میں استنباط کا ملکہ انہیں کیسے حاصل ہو سکتا تھا)۔

امام صاحب کی مرویات اور قلت روایت کا تجزیہ

ابن سماعۃ سے منقول ہے کہ آپ نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے کچھ زائد احادیث بیان کی ہیں اور چالیس ہزار احادیث سے ''آثار'' کا انتخاب کیا ہے۸۴۔ موفق حسن بن زیاد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ ''امام ابوحنیفہ نے چار ہزار احادیث روایت کی ہیں، دو ہزار صرف حماد کے طریق سے اور دو ہزار باقی شیوخ سے''۸۵۔

مرویات امام سے متعلق مختلف بیانات کے تجزیے میں یہ امر ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ محدثین بعض اوقات غایت احتیاط کے پیش نظر کسی حدیث کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے کے بجائے اسے فقہی مسئلے کے طور پر بیان کر دیتے تھے، تاکہ نقل روایت میں اگر کوئی فروگذاشت ہو گئی ہو تو آپ کی طرف منسوب نہ ہو۔ بعض صحابہ و تابعین جو احادیث کے معاملے میں زیادہ محتاط ہوتے تھے، یہ دوسرا طریقہ ہی اختیار کرتے تھے جیسا کہ حضرات شیخین سے بہت کم روایات منقول ہیں، حالانکہ ان کے پاس احادیث کا اچھا خاصا ذخیرہ تھا۔ شاہ ولی اللہؒ کے بقول ان کا شمار مکثرین صحابہ میں ہونا چاہیے، کیونکہ ان کی بیشتر روایات خود ان کے اپنے قول کے طور پر مروی ہیں۸۶۔ امام صاحب بھی متقدمین کی طرح بہت سی احادیث مرفوعہ کو خود اپنا قول قرار دے کر بطور فقہی مسئلے کے ذکر کر دیتے تھے۔ اس اعتبار سے ان کی مرویات کا ستر ہزار تک پہنچنا کچھ بعید نہیں۔

اس سے انکار ممکن نہیں کہ امام صاحب نے اپنے وقت کے بڑے بڑے محدثین سے حدیث کا علم حاصل کر کے اس میں کمال پیدا کیا تھا، اور مختلف روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ آپ کے پاس احادیث کا بڑا ذخیرہ موجود تھا، مگر جہاں تک بطور احادیث مرفوعہ کے ان کی روایات کا

تعلق ہے، حقیقت یہی ہے کہ وہ دیگر محدثین کی بہ نسبت کم ہوئی ہیں۔ اس کا ایک سبب تو یہی ہے کہ آپ روایت حدیث کے معاملہ میں انتہائی محتاط تھے اور اس بارے میں آپ کی شرائط کافی سخت تھیں جس کا کچھ اندازہ یحییٰ بن معین کے اس بیان سے بخوبی ہوسکتا ہے جسے وہ امام صاحب کے حوالے سے نقل کرتے ہیں **لا ینبغی للرجل ان یحدث من الحدیث الا ما یحفظه من وقت ما سمعه**[۸۷] (صرف وہی حدیث بیان کی جانی چاہیے جو ساعت کے وقت سے آخر تک حافظے میں محفوظ رہے)۔ پھر امام صاحب روایت حدیث کے بجائے استنباط مسائل میں زیادہ مشغول رہے، اس لیے ان کی بہت سی روایات بحیثیت حدیث تو باقی نہ رہ سکیں، البتہ بحیثیت مسائل فقہیہ باقی رہیں[۸۸]۔ حافظ یوسف صالحی نے بھی امام صاحب کی قلت روایت کے ان دو اسباب کی طرف متوجہ کیا ہے[۸۹]۔

۱۔ حمیدی اور ابن خلدون کے اقوال کی حقیقت

امام صاحب کے متعلق، جہاں تک حمیدی کی مذکورہ رائے کا تعلق ہے، یہ اس بنا پر قابل قبول نہیں کہ وہ ظاہری ہونے کی بنا پر امام صاحب کے متعلق اچھے خیالات نہ رکھتے تھے، نیز ان کے متعلق شیخ سبکی کی رائے کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے، جو اس سے قبل گزر چکی ہے۔ امام صاحب کے متعلق حمیدی کی اس رائے کی تردید کے لیے محدث اعمش کی یہ شہادت کافی ہے کہ "ابوحنیفہ سے مناسک سیکھو، کیونکہ مجھے حج کے فرائض اور نوافل کا ان سے بڑھ کر عالم معلوم نہیں"[۹۰]۔ اعمش کے متعلق تذکرہ نگاروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ انہوں نے مناسک حج کے سلسلے میں امام صاحب سے اپنے لیے کچھ لکھنے کی بھی درخواست کی تھی[۹۱]۔ امام صاحب ۵۵ مرتبہ حج کی سعادت سے مشرف ہوئے تھے[۹۲]، اس لیے یہ باور کرنا کیسے ممکن ہے کہ امام صاحب مناسک حج سے متعلق سنتوں سے بے خبر تھے۔ حمیدی کی یہ روایت درایتی اور روایتی دونوں پہلوؤں سے ناقابل تسلیم ہے۔

ابن خلدون کی سترہ احادیث کی روایت کے متعلق رائے اس لیے قابل اعتبار نہیں کہ وہ خود

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

اسے "یقال" کے لفظ سے نقل کر کے اس کی تضعیف کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ وضاحت بھی کر دی ہے کہ ان ائمہ مجتہدین کے بارے میں "**قليل البضاعة في الحديث**" کا نظریہ مبغضین و متعصبین کا الزام اور جھوٹ ہے[۹۳]۔نیز ابن خلدون مؤرخ ہیں اور اس موضوع پر کسی محدث ہی کی شہادت معتبر ہو سکتی ہے، جبکہ کبار محدثین کی شہادتیں امام صاحب کے حق میں نقل کی جا چکی ہیں۔

۲۔قلت حفظ

دارقطنی کے حوالے سے امام صاحب پر یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ وہ اچھے حافظے کے مالک نہ تھے اور محدثین کے ہاں سوء حفظ سے روایت میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ دارقطنی نے خود اپنی سنن میں امام صاحب سے روایت کر کے ان کے حافظے پر اعتماد کا اظہار کیا ہے۔دوسرا یہ کہ حفظ روایت کے معاملے میں جس قدر احتیاط امام صاحب کے ہاں ہے، کسی دوسرے محدث کے ہاں نہ ملے گی جس کا ذکر یحییٰ بن معین کے حوالے سے گزر چکا ہے۔ مزید براں امام صاحب کو حافظ ذہبی نے حفاظ حدیث، یعنی ان لوگوں میں شمار کیا ہے جنہیں کم از کم ایک لاکھ احادیث یاد ہوں۔ نیز امام صاحب کی قوت حافظہ پر بکثرت شہادتیں موجود ہیں، مثلاً شعبہ بن حجاج کہتے ہیں: **كان والله حسن الفهم جيد الحفظ**[۹۴] "آپ بہترین فہم اور عمدہ حفظ کے مالک تھے"۔امام صاحب قرآن حکیم کے بھی حافظ تھے اور مختلف تذکرہ نگاروں نے نقل کیا ہے کہ آپ کبھی ایک رکعت میں اور کبھی دو رکعات میں قرآن حکیم ختم کر لیتے تھے[۹۵]۔آپ کی ذہانت اور حفظ تو ضرب المثل تھی جیسا کہ ذہبی نے آپ کے متعلق یہ شہادت دی ہے، "**كان ابو حنيفه من اذكياء بني آدم**"[۹۶]۔

۳۔تضعیف امام

امام صاحب پر یہ الزام بھی لگایا گیا ہے کہ آپ ائمہ حدیث کے ہاں مجروح ہیں اور ائمہ حدیث انہیں ضعیف قرار دیتے ہیں، مثلاً امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں ان کے متعلق لکھا ہے: **سکتوا عن رایه وحدیثه** ۹۷ (لوگوں نے امام صاحب کی رائے اور حدیث سے سکوت اختیار کیا ہے) اور نسائی نے اپنی کتاب **کتاب الضعفاء والمتروکین** میں آپ کے متعلق لکھا ہے: **لیس بالقوی فی الحدیث** ۹۸۔ دارقطنی نے بھی ایک حدیث کے تحت امام صاحب کو ضعیف قرار دیا ہے ۹۹۔ ذھبی نے **میزان الاعتدال** میں آپ کے متعلق لکھا ہے: **ضعفه النسائی من جهة حفظه وابن عدی وآخرون** ۱۰۰۔

امام صاحب کے متعلق مذکورہ آراء کی حقیقت درج ذیل اصولی نکات سے واضح ہوتی ہے۔

● امام صاحب کی تضعیف سے متعلق بعض محدثین کی اس قسم کی آراء میں ان بدگمانیوں اور غلط فہمیوں کو بڑا دخل حاصل ہے جو امام صاحب کے خلاف حاسدین کے پروپیگنڈے کے زیر اثر محدثین کے ذہنوں میں پیدا ہو چکی تھیں۔ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ بعض اہل علم نے اصل حقیقت معلوم ہونے کے بعد امام صاحب کی مخالفت سے رجوع کر لیا تھا۔ ان میں سے ایک ابن عدی ہیں جن کی تضعیف نقل کی گئی ہے، انہوں نے بطور تلافی امام صاحب کی بعض روایات بھی ایک مسند میں جمع کر کے مرتب کیں، اور بخاری، نسائی اور دارقطنی وغیرہ اصل حقیقت حال معلوم نہ ہونے کے باعث معذور ہیں۔

● جرح وتعدیل کے قواعد کی رو سے دیکھا جائے تو امام صاحب کی ثقاہت میں کوئی شبہ نہیں رہتا، جہاں جرح وتعدیل کے متعلق موافق ومخالف آراء کی تعداد برابر ہو، وہاں تعدیل کو مقدم رکھا جاتا ہے۔ بصورت دیگر بڑے بڑے محدثین وائمہ مثلاً شافعی، احمد، بخاری، ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی وغیرہ کی بھی عدالت وثقاہت ثابت نہ ہو سکے گی، کیونکہ ان پر بھی کسی نہ کسی کی جرح موجود ہے۔

امام صاحب کی توثیق اور مدح کرنے والوں کی تعداد حد و شمار سے باہر ہے۔ علم جرح و تعدیل کے ائمہ مثلاً شعبہ بن الحجاج، علی بن المدینی، یحیٰی بن سعید القطان، یحیٰی بن معین، ابن حجر شافعی وغیرہ نے اپنے مختلف اقوال میں امام صاحب کی "صدوق"، "ثقة" اور "عدل" کے الفاظ کے ساتھ توثیق کی ہے[۱۰۱]۔ شیخ بخاری یحیٰی بن معین سے یہ بھی منقول ہے، **ثقة ما سمعت احدًا ضعفه**[۱۰۲] 'امام صاحب ثقہ تھے، میں نے کسی کو ان کی تضعیف کرتے نہیں سنا'۔ علامہ انور شاہ کشمیری کے بقول اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یحیٰی بن معین کے زمانے تک امام صاحب کی تضعیف کسی نے نہیں کی تھی[۱۰۳]۔

ابن عبدالبر مالکی نے امام صاحب پر کی گئی جرح کے بعض اسباب کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کی تعدیل و توثیق کی ہے۔ کہتے ہیں:

> **الذین رووا عن ابی حنیفه ووثقوه واثنوا علیه اکثر من الذین تکلموا فیه من اهل الحدیث واکثر ما عابوا علیه الاغراق فی الرای والقیاس والارجاء**[۱۰۴] (جن لوگوں نے ابو حنیفہؒ سے روایت کی اور ان کی توثیق و تعریف کی ہے، وہ ان سے بدرجہا زیادہ ہیں جنہوں نے ان کے بارے میں کلام کیا ہے اور جن محدثین نے ان کے بارے میں کلام کیا ہے، انہوں نے آپ کا زیادہ عیب یہ نکالا ہے کہ وہ رائے اور قیاس سے زیادہ کام لیتے تھے، اور وہ مرجئہ تھے)۔

● **میزان الاعتدال** میں نسائی، ابن عدی اور دار قطنی وغیرہ کے حوالے سے ذہبی کا امام صاحب کو ضعیف قرار دینا درست نہیں۔ محققین کے نزدیک مذکورہ عبارت الحاقی ہے، کیونکہ خود ذہبی نے "**میزان الاعتدال**" کے مقدمے میں اس کی تصریح کی ہے کہ وہ بڑے بڑے ائمہ مثلاً ابو حنیفہ وغیرہ کا تذکرہ اس کتاب میں نہیں کریں گے کیونکہ ان کی جلالت حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔ انہوں نے **تذکرة الحفاظ** میں امام صاحب کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے اور "**الامام الاعظم فقیه العراق**" کے القاب سے یاد کیا ہے[۱۰۵]، نیز **مناقب الامام ابی حنیفه وصاحبیه ابی**

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ : امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

یوسف و محمد بن الحسن میں آپ کی مدح وتوصیف کی ہے۔ محققین کی رائے کے مطابق میزان کے قدیم نسخوں میں یہ عبارت موجود نہیں [۱۰۶]، اس کا اضافہ بعد میں متعصبین نے کیا ہے۔

۴۔ قلت عربیت

امام ابوحنیفہ کی لغت میں مہارت اور عربیت کا بڑے بڑے لوگوں نے اعتراف کیا ہے۔ ابوبکر رازی نے امام صاحب کے اشعار کو امام شافعی کے اشعار سے زیادہ لطیف اور فصیح قرار دیا ہے [۱۰۷]۔ نحو ولغت کے بڑے بڑے امام، امام صاحب کے شاگردوں میں شامل ہیں، لیکن عجیب بات ہے کہ بعض لوگوں نے امام صاحب کے ایک کلمہ ولو رمیٰ بابا قبیس کی بناپر آپ کو مطعون کر دیا کہ انہیں عربیت میں مہارت نہ تھی، کیونکہ از روئے قواعد نحو یہ بابی قبیس ہونا چاہیے۔ ابن خلکان نے امام صاحب کے دفاع اور خطیب پر نقد کرنے کے بعد آخر میں لکھ دیا ولم یکن یعاب بشيء سوی قلة العربية [۱۰۸] ''آپ پر کوئی نکتہ چینی بجز قلت عربیت کے اور نہیں کی گئی'' اور مثال میں مذکورہ کلمہ پیش کر کے امام صاحب کا دفاع کرتے ہوئے لکھا کہ بعض قبائل عرب کی لغت میں اسماء ستہ مکبرہ کا اعراب حالت جری میں بھی الف سے ہوتا ہے اور دلیل میں یہ شعر پیش کیا:

ان ابـــاهـــا وابـــا ابـــاهـــا

قـد بـلـغـا فی الـمـجـد غـايتـاهـا

حالانکہ قاعدے کی رو سے ''ابـا ابيهـا'' ہونا چاہیے تھا، مگر شاعر نے حالت جری میں بھی اعراب الف سے ظاہر کیا [۱۰۹]۔ نیز اہل کوفہ کی لغت اسی طرح ہے جیسا کہ بخاری میں ابن مسعود سے منقول ہے کہ انہوں نے انـت ابـا جهـل فرمایا تھا [۱۱۰]۔ نواب صدیق حسن خان نے التـاج المکلل میں امام صاحب کے علم وفقہ کی تعریف کے ساتھ ساتھ یہی الزام دہرایا ہے۔ ولم یکن یعاب بشيء سوی قلة العربية [۱۱۱] مگر اس کے ساتھ ابن خلکان کی تردید نقل نہیں کی۔

۵۔مخالفت حدیث

امام صاحب کے خلاف یہ پروپیگنڈا کثرت کے ساتھ کیا گیا ہے کہ آپ اور آپ کے تلامذہ اصحاب الرای میں سے ہیں، اور اس کا یہ مطلب باور کرایا گیا ہے کہ انہوں نے احادیث کے مقابلے میں قیاس ورائے کا استعمال کیا ہے۔اصحاب الرای اور اصحاب الحدیث کے درمیان فرق کی وضاحت اس سے قبل ہو چکی ہے کہ اصحاب الرای سے مراد وہ لوگ ہیں جن میں اجتہاد، تفقہ اور استنباط کا وصف غالب تھا۔امام صاحب اپنی زندگی میں مخالفت حدیث کی تہمت کا نشانہ بنے، مختلف اہل علم مثلاً سفیان الثوری، اوزاعی، امام جعفر صادق وغیرہ آپ کے متعلق یہی رائے رکھتے تھے کہ آپ رائے اور قیاس کو سنت پر مقدم رکھتے ہیں۔اس امر کی وضاحت ہو چکی ہے کہ امام صاحب کے دلائل سے آگاہ ہونے کے بعد انہوں نے اپنی غلطی سے رجوع کیا اور امام صاحب کے دلائل کی صحت کو تسلیم کیا۔

امام صاحب نے ایک موقع پر خود اپنے الفاظ میں اس الزام کی نفی کرتے ہوئے فرمایا: **کذب واللہ وافتری علینا من یقول عنا انا نقدم القیاس علی النص وھل یحتاج بعد النص الی القیاس** [۱۱۲] (جو شخص یہ کہتا ہے کہ ہم قیاس کو نص پر مقدم کرتے ہیں، بخدا اس نے افتراء پردازی سے کام لیا ہے۔کیا نص کے ہوتے ہوئے قیاس کی بھی ضرورت ہوتی ہے)۔آپ نے ایک موقع پر ابو جعفر منصور کے اسی الزام کی تردید کرتے ہوئے اپنے طریق استنباط کی وضاحت فرمائی [۱۱۳]۔ابن ابی شیبہ نے بھی ۱۲۵ مسائل میں امام صاحب پر مخالفت حدیث کا الزام لگایا۔اس کے جواب میں متعدد کتابیں تصنیف کی گئیں جن کی تفصیل گزر چکی ہے۔شعرانی نے المیزان الکبریٰ میں ایک مستقل فصل اس موضوع پر قائم کی ہے: **فصل فی بیان ضعف قول من نسب الامام ابا حنیفہ الی انہ یقدم القیاس علی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم** [۱۱۴]۔

محدث خوارزمی نے جامع المسانید کے مقدمے میں اس الزام کا مختصر و مدلل جواب دیا ہے، اس کے چند نکات یہ ہیں:

- احادیث مرسلہ کو بھی امام صاحب حجت قرار دیتے ہیں اور قیاس پر مقدم رکھتے ہیں جب کہ شافعی کا عمل اس کے برعکس ہے۔
- آپ احادیث ضعیفہ کو بھی قیاس کے مقابلے میں حجت سمجھتے ہیں جیسے نماز میں قہقہے کو ضعیف حدیث کی وجہ سے ناقض وضو قرار دیتے ہیں، حالانکہ خلاف قیاس ہے اور شافعی اس کے برعکس قیاس پر عمل کرتے ہیں[115]۔

ابن حزم کہتے ہیں:

> **جمیع اصحاب ابی حنیفة مجمعون علی ان مذهب ابی حنیفه ان ضعیف الحدیث اولی عنده من القیاس والرای**[116] (تمام اصحاب ابی حنیفہ کا اس پر اتفاق ہے کہ امام صاحب کا مسلک یہ تھا کہ ان کے نزدیک ضعیف حدیث بھی قیاس پر مقدم تھی)۔

محدث ابن مبارک کہا کرتے تھے: **لا تقولوا رای ابی حنیفة ولکن قولوا انه تفسیر الحدیث**[117] (یوں نہ کہو کہ یہ ابوحنیفہ کی رائے ہے، بلکہ یوں کہو کہ یہ حدیث کی تفسیر ہے)۔

امام صاحب کے متعلق یہ بدگمانی کہ آپ قیاس کو حدیث پر ترجیح دیتے ہیں، غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ امام صاحب کے حدیث اور فہم حدیث کے اصولوں سے ناواقف ہیں۔ امام صاحب کے متعلق گزر چکا ہے کہ وہ احادیث کے قبول کرنے میں غیر معمولی طور پر محتاط تھے، راویوں کے احوال و صفات پر تنقیدی نظر رکھتے اور احادیث میں ناسخ و منسوخ کی بڑی چھان بین کرتے تھے[118]۔ احادیث کی صحت اور تضعیف سے متعلق امام صاحب کے اصولوں کی روشنی میں ان کے اجتہادات کا جائزہ لیا جائے تو وہ یقیناً مبنی بر انصاف نظر آئیں گے۔

کسی سرزمین پر ایک حد کے نفاذ کی برکت وہاں چالیس روز نازل ہونے والی بارش کی برکت سے بہتر ہے

۶۔غیر شرعی حیلے

امام صاحب اور ان کے اصحاب کو فقہی حیلوں کی بنا پر بھی مطعون کیا گیا ہے۔امام بخاری نے صحیح بخاری کی کتاب الحیل میں احناف کے حیلوں پر سخت جرح کی ہے[۱۱۹]۔کتاب الحیل نام کی ایک کتاب بھی امام صاحب کی طرف بھی منسوب کی گئی ہے، مگر محققین اس کتاب کے انتساب کو درست نہیں سمجھتے ،اور نہ اس کتاب کا کوئی وجود ہے۔امام محمد کی طرف بھی حیل کے نام سے ایک کتاب منسوب ہے،جس کے متعلق ان کے ایک شاگرد ابوسلیمان جوز جانی کی رائے ہے کہ وہ بغداد کے کتب فروشوں کی جمع کردہ ہے[۱۲۰]،جبکہ سرخسی اس کی نسبت کو درست قرار دیتے ہیں[۱۲۱]، مگر محققین نے ان کی طرف بھی اس کی نسبت کو غلط قرار دیا ہے۔

اس امر سے انکار نہیں کہ مناقب امام پر مشتمل بعض کتب میں امام صاحب کے متعلق بعض ایسے فقہی حیلے ضرور منقول ہیں،جن کا مقصد دین میں سہولت پیدا کرنا اور تنگی وحرج اس طرح دور کرنا تھا کہ شریعت کے مقاصد بھی فوت نہ ہونے پائیں اور وہ شریعت کے ثابت شدہ قواعد واصول کے خلاف بھی نہ ہوں۔

ابوبکر الخصاف کی کتاب الحیل و المخارج[۱۲۲] میں منقول حیلوں سے بھی امام صاحب کا حیلوں کے متعلق مسلک واضح ہوتا ہے کہ وہ محرمات وممنوعات شرعیہ کی تحلیل کے لیے نہیں، بلکہ احکام شرعیہ میں سہولت پیدا کرنے کے لیے تھے۔جہاں تک متاخرین کے گھڑے ہوئے حیلوں کا تعلق ہے،ان کے بارے میں امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ ''ائمہ مجتہدین کی طرف ان کی نسبت درست نہیں''[۱۲۳]۔

۷۔نسبت ارجاء

بعض لوگوں نے امام صاحب کی طرف مرجئہ کے عقائد کی نسبت کر کے آپ کو مطعون کیا ہے،حتیٰ کہ امام بخاری نے بھی آپ کے متعلق لکھ دیا: کان مرجئاً[۱۲۴]۔

☆ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

مرجۂ کا عقیدہ مرتکب کبائر کے متعلق یہ تھا کہ ایمان کے ہوتے ہوئے گناہ قطعی طور پر ضرر رساں نہیں اور اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو معاف کر دیں گے[۱۲۵]۔ کوثری نے تاریخ بغداد وغیرہ میں منقول مختلف روایات کی، جن میں آپ کی طرف عقیدہ ارجاء کو منسوب کیا گیا ہے، دلائل کے ساتھ نفی کی ہے[۱۲۶]۔ ابن حجر مکی نے لکھا ہے کہ غسان نامی مرجۂ اپنے مذہب کی ترویج کے لیے اپنے عقائد کو امام صاحب کی طرف منسوب کیا تھا''[۱۲۷]۔ امام ابن تیمیہ نے الفرقان بین الحق و الباطل میں اس موضوع پر مفصل بحث کرتے ہوئے امام صاحب کی براءت ظاہر کی ہے[۱۲۸]۔

امام صاحب نے اپنی تصنیف فقہ اکبر میں نے خود اس الزام سے براءت ظاہر فرمائی اور اپنے عقیدہ اور مرجۂ کے عقائد میں نقطۂ امتیاز واضح کیا۔ فرماتے ہیں: ''ہم یہ نہیں کہتے کہ گناہ مؤمن کے لیے ضرر رساں نہیں، اور نہ یہ کہتے ہیں کہ مومن دوزخ میں نہیں جائے گا اور نہ یہ کہتے ہیں کہ وہ ابدی جہنمی ہے اگر وہ فاسق ہو، اور مرجۂ کی طرح یہ نہیں کہتے کہ ہماری نیکیاں ضرور مقبول اور ہماری برائیاں ضرور معاف ہو جائیں گی۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جس شخص نے کوئی نیکی تمام شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے کی ہے اور اس میں کوئی مفسدِ اعمال امر موجود نہ ہو، کفر، ارتداد اور اخلاق ذمیمہ ان اعمال کو برباد نہ کر رہے ہوں اور اس کا خاتمہ بھی ایمان پر ہوا ہو، ایسے شخص کے اعمال کو اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرے گا، بلکہ قبول کرے گا اور اس پر ثواب دے گا''[۱۲۹]۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلک ارجاء امام صاحب کے دور میں اباحیت اور اخلاقی بے قیدی کے قریب پہنچ گیا تھا۔ امام صاحب نے عمل کی اہمیت پر زور دے کر معاشرے کو اخلاقی انتشار سے تحفظ فراہم کیا۔ ان کا یہ عقیدہ خوارج، معتزلہ اور مرجۂ کی انتہائی آراء کے درمیان انتہائی متوازن عقیدہ ہے۔

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

۸۔ امام صاحب اور اعتزالی نظریات

امام صاحب کے مخالفین نے آپ کی طرف بعض اعتزالی نظریات بالخصوص خلق قرآن کا عقیدہ بھی منسوب کیا ہے، اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ دو مرتبہ اس عقیدے سے انہیں توبہ کرائی گئی تھی۔ ایک بار اموی خلفاء کی طرف سے والئ عراق یوسف بن عمر نے اور دوسری دفعہ قاضی ابن ابی لیلیٰ نے توبہ کرائی تھی[۱۳۰]۔ تاریخ بغداد میں بعض روایات اس موضوع سے متعلق منقول ہیں[۱۳۱]۔ اگرچہ بعض روایات کے حوالے سے مذکورہ کتاب میں اس الزام کی نفی بھی کی گئی ہے کہ ''ابو حنیفہ خلق قرآن کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے، نیز انہوں نے اور ان کے اصحاب نے اس بارے میں کچھ نہیں کہا۔ اس نظریے کے قائل بشر المریسی اور ابن ابی داؤد تھے۔ انہوں نے اصحاب ابی حنیفہ کو بدنام کیا''[۱۳۲]۔ الانتقاء کی ایک روایت میں ہے کہ امام صاحب نے ابو یوسف کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

> لا تکلموا فیها ولا تسالوا عنها ابدًا ، انتهوا الی انه کلام الله عزوجل بلا زیادة حرف واحد[۱۳۳]۔ (اس مسئلے میں نہ تو خود کسی رائے کا اظہار کریں، نہ کسی سے دریافت کریں، صرف اتنا کہو کہ یہ کلام الٰہی ہے اور اس میں ایک حرف بھی نہ بڑھاؤ)۔

آپ سے صراحتہً قرآن حکیم کے غیر مخلوق ہونے کا عقیدہ ثابت ہے، فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

> نحن نتکلم بالآلات والحروف و الله تعالی یتکلم بلا آلة ولا حروف والحروف مخلوقة وکلام الله تعالی غیر مخلوق[۱۳۴]۔ (ہم گفتگو کے لیے آلات اور الفاظ کے محتاج ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ آلات والفاظ کے بغیر گفتگو کرتا ہے۔ الفاظ مخلوق ہیں جبکہ اللہ کا کلام غیر مخلوق ہے)۔

ابن عبدالبر نے الانتقاء میں امام صاحب کی طرف خلق قرآن کے عقیدے کی نسبت کی

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

وجوہات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ احناف میں سے بعض معتزلی عقائد رکھتے تھے۔ مخالفین نے ان کے عقائد کی ذمہ داری آپ پر عائد کردی۔ نیز امام صاحب کے پوتے اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ خلق قرآن کا عقیدہ رکھتے تھے اور اسے اپنے آباء کی طرف منسوب کرتے تھے[۱۳۵]۔

۹۔ امام مالک کی امام صاحب پر ترجیح

خطیب تبریزی نے الاکمال فی اسماء الرجال میں ائمہ متبوعین کے تذکرے میں امام مالک کو اولیت دیتے ہوئے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے: لانہ المقدم زماناً و قدراً ومعرفۃ و علماً[۱۳۶]۔ (وہ زمانہ، مرتبہ اور علم و معرفت کے اعتبار سے مقدم ہیں)۔ پھر امام صاحب کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ "انہوں نے چار صحابہ کا زمانہ پایا، مگر نہ تو کسی صحابی سے ملاقات کی اور نہ کسی سے روایت کی"[۱۳۷]۔ تاریخی شہادتوں سے خطیب کی اس رائے کی تردید ہوتی ہے۔ معتبر روایات کے مطابق امام صاحب کی پیدائش ۸۰ھ میں اور وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی جب کہ امام مالک کی پیدائش ۹۳ھ میں اور وفات ۱۷۹ھ میں ہوئی۔ نیز بڑے بڑے محدثین مثلاً ذہبی، نووی، خطیب بغدادی، ابن حجر شافعی، سیوطی، ابن حجر مکی اور ابن عبدالبر وغیرہ، نے امام صاحب کی رویت انس کو تسلیم کیا ہے، مناقب سے متعلق کتب میں تو آپ کی متعدد صحابہ کی رؤیت کا ذکر ہے مثلاً انس بن مالک (متوفی ۹۳ھ)، عبداللہ بن ابی اوفیٰ (متوفی ۸۷ھ)، واثلہ بن اسقع (متوفی ۸۵ھ)، ابوالطفیل عامر بن واثلہ (متوفی ۱۰۲ھ) اور سہیل بن ساعد (متوفی ۸۸ھ) وغیرہ، اور بعض نے صحابہ سے امام صاحب کی روایت بھی ثابت کی ہے[۱۳۸]۔ اگرچہ محققین ان روایات کو امام صاحب کی سند سے ضعیف قرار دیتے ہیں[۱۳۹]۔ ابن حجر مکی نے امام مالک کو امام صاحب کے تلامذہ میں شمار کیا ہے[۱۴۰]، اور لکھا ہے کہ امام صاحب کی روایت امام مالک سے ثابت نہیں اور دارقطنی نے اس سلسلے میں جو روایتیں ذکر کی ہیں، ان میں کلام ہے، کیونکہ وہ بطور مذاکرہ تھیں، بطور تحدیث یا بقصد

روایت نہ تھیں۔

کوثری نے اپنے رسالے **اقوم المسالک فی بحث روایۃ مالک عن ابی حنیفہ وروایۃ، ابی حنیفہ عن مالک** میں بھی امام مالک کا تلمذ ثابت کیا ہے[141]۔ امام مالک سے امام صاحب کے بلند علمی مرتبہ ومقام سے متعلق متعدد اقوال بھی منقول ہیں۔ امام مالک کے بارے میں یہ بھی منقول ہے کہ وہ امام صاحب کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور ان سے استفادہ کرتے تھے[142]۔ تعجب ہے کہ خطیب تبریزی علم اسماء الرجال میں مہارت رکھنے کے باوجود ان تاریخی شہادتوں سے ناواقف ہیں، یا انہوں نے قصداً انہیں نظر انداز کر دیا ہے۔

۱۰۔ امام صاحب اور رؤیائے سیئہ

خطیب نے **تاریخ بغداد** میں بعض خواب نقل کیے ہیں جن میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے طریقے اور فقہ سے کنارہ کشی کا حکم دیا ہے[143]۔ کوثری نے ان کی اسناد میں بعض راویوں کا وضاع و مجہول ہونا ثابت کیا ہے[144]۔ بعض لوگوں نے ان خوابوں کی بنا پر بھی امام صاحب کو مطعون کیا۔ ان چند خوابوں کے علاوہ بے شمار خواب ایسے ہیں جن سے آپ کی فضیلت ومنقبت ثابت ہوتی ہے اور بعض خوابوں میں خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام صاحب کے علم وفضل اور ان کی فقہ سے خوشنودی کا اظہار کیا ہے، ان میں سے کچھ خطیب نے بھی نقل کیے ہیں[145]۔

معلوم یہ ہوتا ہے کہ امام صاحب کے فضائل ومناقب پر مشتمل عمدہ خواب اہل علم کے ہاں مشہور تھے، حاسدین ومخالفین نے امام صاحب سے لوگوں کو بدظن کرنے اور ان خوابوں کا توڑ کرنے کے لیے اپنی طرف سے کچھ خواب گھڑ کر بیان کر دیے تھے۔

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

امام صاحب کے متعلق عصر حاضر کے بعض اہل تحقیق کی آراء پر نقد

امام صاحب کی شخصیت کے متعلق اس دور کے بعض اہل تحقیق مثلاً احمد امین، ابوزہرہ اور شبلی کی بعض آراء بھی محل نظر ہیں۔ اگر چہ انہیں اعتراض اور تنقید کی حیثیت سے پیش نہیں کیا گیا، تاہم ان سے امام صاحب کے مرتبہ و مقام پر حرف آتا ہے اور ان کی نسبت غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں، اس لیے ان کی حقیقت واضح کرنا بھی ضروری ہے۔

ا۔ امام صاحب اور تشیع

ابوزہرہ نے اپنی تصنیف ابو حنیفه حیاته وعصره . آراؤه وفقهه میں امام صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ ''آپ میں تشیع پایا جاتا تھا اور آپ اپنی سیاسی آراء و افکار میں شیعہ کی جانب مائل تھے[۱۴۶]۔ وہ اپنے دور کے حکام کے بارے میں شیعی زاویہ نگاہ رکھتے تھے، یعنی خلافت کو حضرت علیؓ کی فاطمی اولاد کا حق سمجھتے تھے''[۱۴۷]۔ ابوزہرہ نے اگر چہ عقائد و اعمال میں امام صاحب کی شیعہ سے براءت ظاہر کی ہے، مگر سیاسی آراء و افکار میں ان کا میلان شیعہ کی جانب ثابت کیا ہے۔ یہ درست ہے کہ امام صاحب کے ائمہ اہل بیت سے علمی اور سیاسی روابط تھے اور آپ نے بعض علویوں کے خروج کی تحریکوں میں ان کی تائید و حمایت بھی کی تھی، مگر اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ شیعی زاویہ نگاہ رکھتے تھے یا استحقاق خلافت فاطمیہ کے قائل تھے جیسا کہ محقق موصوف کو اس بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ امام صاحب علویوں پر حکومتوں کے بے پناہ مظالم کی بنا پر ان سے ہمدردی رکھتے تھے اور ان کے ذاتی کردار اور خوبیوں کی بنا پر ان کی حمایت کرتے تھے۔ اگر مذکورہ موقف کو درست تسلیم کر لیا جائے تو امام صاحب کے بیان کردہ اس عقیدے کا کیا مطلب لیا جائے گا جس کی رو سے وہ چاروں خلفاء کی خلافت کو برحق سمجھتے ہیں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو تمام امت میں افضل قرار دیتے ہیں اور سب سے پہلے خلافت کو ان کے لیے ثابت کرتے

ہیں[۱۴۸]۔

امام صاحب کی عباسی خلیفہ سفاح کی بیعت وتائید سے بھی مذکورہ تصور کی نفی ہوتی ہے۔آپ نے اس کی بیعت کے موقع پر خطبے میں فرمایا تھا: "**الحمد لله الذی بلغ الحق من قرابة نبیه صلی الله علیه وسلم وامات عنا جور الظلمة وبسط السنتنا بالحق قد بایعناک علی امر الله والوفاء لک بعهدک الی قیام الساعة فلا اخلی الله هذا الامر ممن قربه بنبیه صلی الله علیه وسلم**[۱۴۹]۔"

حقیقت یہ ہے کہ امام صاحب کی طرف منسوب اس نقطہ نظر کی نہ تو کسی تاریخی شہادت سے تائید ہوتی ہے، نہ کتب احناف ہی میں اسے آپ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

۲۔مناقب امام ابوحنیفہ کے متعلق احمد امین کی رائے

مصری مصنف احمد امین امام صاحب کے مناقب سے متعلق احادیث کو درست نہیں سمجھتے اور تاریخی تناظر میں ان کا تجزیہ کرتے ہیں۔ان کے خیال میں ایرانیوں نے "شعوبیت" (عجمیت پرستی) کے زیر اثر اپنی عظمت شان کے اظہار اور عربوں پر تفاخر کے لیے اکابرین فارس، مثلاً سلمان فارسیؓ اور امام ابوحنیفہؒ کے فضائل میں احادیث گھڑی ہیں[۱۵۰]۔ بالفاظ دیگر ان حضرات کی فضیلت وعظمت ان کی نظر میں ان احادیث کی بنا پر ہے، حالانکہ یہ شخصیتیں پوری امت میں اپنے علمی اور عملی کمالات کی بنا پر مقبول ومعروف ہیں۔

تعجب ہے کہ موصوف نے بعض واقعی ضعیف روایات کے ساتھ ان احادیث کو بھی موضوع قرار دے دیا ہے جو صحیحین میں ان کے متعلق مروی ہیں، مثلاً "**لو کان العلم معلقًا عند الثریا لتناوله رجل من فارس**" (جن کا ذکر اس سے قبل ہو چکا ہے)۔

درحقیقت امام صاحب کے مناقب میں از راہ عقیدت موضوع روایات کو پیش کرنا جس طرح افراط وغلو ہے اس طرح ان کے مناقب سے متعلق صحیح احادیث کو موضوع قرار دینا بھی حد

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

سے تجاوز ہے۔

۳۔مغازی وسیر میں امام صاحب کے مبلغ علم کے بارے میں شبلی کی رائے

شبلی نے امام صاحب کے متعلق یہ رائے ظاہر کی ہے کہ "مغازی، قصص وسیر وغیرہ میں ان کی نظر چنداں وسیع نہ تھی" ۱۵۲۔ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ امام صاحب نے شعبی جیسے سیر و مغازی کے عالم سے علم حاصل کیا تھا جن کے متعلق عبداللہ بن عمر جیسے صحابی فرمایا کرتے تھے کہ "میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شامل رہا ہوں، مگر شعبی کو غزوات کا مجھ سے زیادہ علم ہے ۱۵۳۔ امام صاحب نے کتاب السیر میں جنگ وامن کے قوانین سے بحث کی ہے اور عہد نبوی کے واقعات سے استشہاد کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ سیر ومغازی میں مہارت کے بغیر ممکن نہیں۔

شبلی نے سیرۃ النعمان کے مقدمے میں امام صاحب کے متعلق اپنے پاس کافی تصانیف موجود نہ ہونے کا شکوہ کیا ہے ۱۵۴۔ اس بنا پر ان کی مذکورہ رائے ناقص مطالعے پر مبنی معلوم ہوتی ہے۔ اسی قسم کی رائے انہوں نے امام صاحب کی تصنیفات اور مرویات کے مدون نہ ہونے کے متعلق بھی ظاہر کی ہے جو خلاف واقعہ ہے ۱۵۵۔

غالباً شبلی نے ابن خلکان کے نقل کردہ بعض واقعات سے یہ تاثر لیا ہے جن سے امام صاحب کے بارے میں یہ بدگمانی پیدا ہوتی ہے کہ امام ابو یوسف کی نظر میں امام صاحب مغازی میں بالکل کورے تھے اور انہیں یہ بھی علم نہ تھا کہ بدر کی لڑائی پہلے واقع ہوئی یا احد کی؟ ۱۵۶۔ امام صاحب نے تدوین فقہ کا جو عظیم کارنامہ سرانجام دیا وہ جملہ علوم وفنون میں گہری بصیرت ومہارت کے بغیر ممکن نہ تھا۔

امام صاحب کی وسعت علمی اور دیگر علوم وفنون پر نظر کی مختلف اہل علم نے شہادتیں دی ہیں۔

امام صاحب کے تذکرہ نگاروں نے آپ کی یہ خصوصیت بیان کی ہے کہ انہیں احادیث و آثار کی تاریخی جستجو، ان کے ناسخ و منسوخ، تقدم و تاخر کی معلومات میں غیر معمولی امتیاز حاصل تھا[۱۵۷]۔

ان حقائق کی روشنی میں دیکھا جائے تو امام صاحب ایک بالغ نظر فقیہ اور وسیع النظر عالم کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں اور اس تصور کی نفی ہوتی ہے کہ وہ مغازی و سیر یا دیگر مروجہ علوم سے ناواقف تھے۔

حواشی

۱- اس کا اندازہ امام صاحب کی معرفت حدیث کے بلند معیار سے ہوسکتا ہے جس کی شہادت حسن بن صالح نے ان الفاظ کے ساتھ دی ہے۔ "کان ابو حنیفه شدید الفحص عن الناسخ من الحدیث والمنسوخ فیعمل بالحدیث اذا ثبت عنده عن النبی صلی الله علیه وسلم و عن اصحابه و کان عارفاً بحدیث اهل الکوفة و فقه اهل الکوفة شدید الا تباع لما کان علیه الناس ببلد . وقال کان یقول ان لکتاب الله ناسخاً و منسوخاً وان للحدیث ناسخاً و منسوخاً وکان حافظاً لفعل رسول الله صلی الله علیه وسلم الاخیر الذی قبض علیه مما وصل الی ا هل بلد"۔ موفق مکی : مناقب الامام الاعظم، مکتبہ اسلامیہ- کوئٹہ ۱۴۰۷ھ ج ا، ص ۸۹-۹۰

۲- ابن خلدون: مقدمہ ابن خلدون۔ دار الکتب العلمیة بیروت ۱۹۷۸ء ص ۴۴۶

۳- موفق: مناقب، ۱/۵۵

۴- ابو الفداء: تاریخ ابو الفداء، المطبعة الحسینیة المصریة- مصر (س-ن) ج ۲، ص ۵۳

۵- سعید احمد اکبر آبادی: مولانا عبید اللہ سندھی اور ان کے ناقد۔ الحمود اکیڈمی لاہور ۱۹۸۹ء ص ۱۲۹

۶- مقدسی: احسن التقاسیم فی معرفة الا قالیم۔ مطبعہ بریل-لیڈن ۱۹۰۶ء ص ۲۳۷

۷- جصاص کے الفاظ یہ ہیں: وزعموا مع ذلک ان السلطان لاینکر علیه الظلم والجور و قتل النفس التی حرم الله و انما ینکر علی غیر السلطان بالقول او بالید بغیر سلاح. الجصاص: احکام القرآن دار احیاء التراث العربی- بیروت ۱۹۸۵ء ج ۲، ص ۳۲۰

اشعری محدثین کے اسی نقطہ نظر کی وضاحت میں لکھتے ہیں:"السیف باطل ولو قتلت الرجال و سبیت الذریة وان الامام قد یکون عادلاً و یکون غیر عادل ولیس لنا از الته، وان کان فاسقا و انکروا الخروج علی السلطان لا لم یروه وهذا قول اصحاب الحدیث".

الاشعری : مقالات الاسلامیین. مکتبہ النھضۃ المصریہ ۱۹۶۹ء ج۲،ص ۱۴۰

۸- احکام القرآن ۱/۸۱

۹- خطیب بغدادی: تاریخ بغداد۔دار الکتاب العربی- بیروت (س-ن) ج ۱۳،ص ۳۹۷

۱۰- حوالہ مذکور

۱۱- مناظر احسن گیلانی، حضرت امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی نفیس اکیڈمی- کراچی ۱۹۶۸ء ص ۵۹

۱۲- موفق: مناقب ۲/۱۲-۱۳-۱۷-۱۹

۱۳- ایضاً ۲/۱۰

۱۴- عبدالقادر قرشی: ذیل الجواهر المضیئہ . (مناقب الا مام الاعظم لملا علی القاری) میر محمد کتب خانہ کراچی (س-ن) ج ۲،ص ۴۹۸۔ نیز موفق: "مناقب" ۲/۱۵

۱۵- ابن عبدالبر: الانتقاء فی فضائل الثلاثة الائمة الفقهاء، مکتبہ القدسی ۱۳۵۰ھ ص ۱۵۲

۱۶- ایضاً ص ۱۴۵، تاریخ بغداد، ۱۳/۵۱

۱۷- موفق: مناقب ۱/۱۲۲

۱۸- ایضاً ۲/۱۹

۱۹- ایضاً ۲/۱۲-۱۳، نیز دیکھیے: کردری: مناقب الامام الاعظم - مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۱۴۰۷ھ/۲۶۷

۲۰- بجنوری، احمد رضا: انوار الباری شرح صحیح البخاری ادارہ تالیفات اشرفیہ (س-ن) ج ۱،ص ۴۰

۲۱- ابن حجر مکی: الخیرات الحسان، مکتبہ الخیریہ-مصر ۱۳۰۴ھ

۲۲- تاریخ بغداد ۱۳/۳۶۷

۲۳- کردری: مناقب ۱/۳۹، تاریخ بغداد، ۱۳/۳۳۸

۲۴- موفق: مناقب، ۱/۱۶۷-۱۶۸

۲۵- شعرانی: المیزان الکبری ۔اکمل المطابع - دہلی (س-ن) ۱/۷۱-۷۲

۲۶- موفق: مناقب، ۲/۱۰

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ : امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

۲۷- ابن ابی شیبہ: الکتاب المصنف فی الاحادیث والآثار ۔الدار السلفیہ- بمبئی ۱۹۸۳ء ج ۱۴، ص ۱۴۸ ۲۸۲-

۲۸- دیکھیے: کوثری، محمد بن زاہد: النکت الطریفة، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ- کراچی ۱۹۸۷ء

۲۹- ایضاً، ص ۵

۳۰- بخاری: کتاب التاریخ الکبیر، دارالکتب العلمیہ- بیروت (س-ن) ج ۸، ص ۸۱، نیز دیکھیے: بخاری : التاریخ الصغیر۔ مطبع انوار احمدی الہ آباد ۱۳۲۵ھ ص ۱۵۸، ۱۷۴

۳۱- التاریخ الصغیر، ص ۱۷۴

۳۲- دیکھیے: موفق: مناقب، ۱/۱۹۰، الانتقاء، ۱۴۲ کردری: مناقب ۲/۱۱

۳۳- ابن حجر: تهذیب التهذیب ۔دار صادر۔ بیروت (س-ن) ج ۱۰، ص ۴۶۳، ذہبی: میزان الاعتدال۔ المکتبة الاثریہ- سانگلہ ہل (س-ن) ج ۴، ص ۲۶۹

۳۴- تاریخ الصغیر، ص ۱۵۸-۱۵۹

۳۵- سبکی: طبقات الشافعیه الکبریٰ

۳۶- "وان کان الناس خالفوه فی اشیاء و انکروها فلایستریب احد فی فقهه و علمه وقد نقلوا عنه اشیاء یقصدون بها الشناعة علیه وهی کذب علیه قطعاً مثل مسالة الخنزیر البری ونحوها" دیکھیے: ابن تیمیہ: منهاج السنة ۔المکتبة السلفیہ۔ لاہور ۱۹۷۶ء ج ۱، ص ۲۵۹

۳۷- سخاوی: الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ، مطبعة العانی- بغداد ۱۹۶۳ء ص ۱۱۷-۱۱۸

۳۸- نسائی: کتاب الضعفاء والمتروکین، (ملحق بالتاریخ الصغیر للبخاری) مطبع انوار احمدی الہ آباد ۱۳۲۵ھ ص ۲۹

۳۹- دارقطنی: سنن دارقطنی ۔عالم الکتب- بیروت ۱۹۸۶ء، ج ۱، ص ۳۲۳، باب ذکر قوله من کان له امام فقراءة الامام له قراة و اختلاف الروایات

۴۰- ابن عدی: الکامل فی ضعفاء الرجال. المکتبة الاثریہ- سانگلہ ہل، ص ۲۴۷۲-۲۴۷۹

۴۱- حاکم: المدخل الی علوم الحدیث

۴۲- تاریخ بغداد، ۱۳/۳۲۳-۳۶۸

☆ الاجتہاد لا ینقض بالاجتہاد ☆ اجتہاد اجتہاد کے ساتھ باطل نہیں ہوگا ☆

۴۳- ایضاً، ۳۶۹-۴۵۴

۴۴- اصلاحی، ضیاء الدین: تذکرہ محدثین۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن ۱۹۷۸ء ج ۲، ص ۲۸۸، ابو زہرہ: ابوحنیفہ (اردو ترجمہ۔ پیش لفظ، از غلام احمد حریری مترجم) ملک سنز فیصل آباد ص ۲۰-۲۱

۴۵- ابن الجوزی: المنتظم فی تاریخ الامم والملوک، دار الکتب العلمیۃ - بیروت ۱۹۹۲ء ص ۱۳۲-۱۳۳

۴۶- ذہبی: الرواۃ الثقاۃ المتکلم فیهم بما لایوجب ردهم، مصر ص ۱۱

۴۷- نعمانی، عبدالرشید: ماتمس الیه الحاجة لمن یطالع سنن ابن ماجة، اصح المطابع۔ کراچی (س-ن)، ص ۳۲

۴۸- یوسف صالحی: عقود الجمان، بحوالہ ماتمس الیه الحاجة، ص ۳۲

۴۹- "وقد ذکر الخطیب فی تاریخه منها شیئاً ثم اعقب ذالک بذکر ماکان الالیق فی ترکه والاضراب عنه، فمثل هذا الامام لا یشک فی دینه، ولا فی ورعه وتحفظه"۔ ابن خلکان: وفیات الاعیان، منشورات شریف الرضی۔ قم۔ ج ۵، ص ۴۱۳

۵۰- ابن حجر مکی: الخیرات الحسان فی مناقب ابی حنیفه النعمان، ص ۶۹

۵۱- یہ کتاب ۱۳۵۰ھ میں مطبعہ جامعہ ملیہ دہلی سے طبع ہو چکی ہے

۵۲- کوثری: تانیب الخطیب ویلیهالترحیب بنقد التانیب، مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ (س-ن)

۵۳- شبلی: سیرت النعمان۔ ایم ثناء اللہ خان اینڈ سنز۔ لاہور ۱۹۶۹ء، ص ۱۵

۵۴- ذہبی: مناقب الامام، ذیل الجواہر ج ۲، ص ۴۶۲

۵۵- بخاری کی روایت میں ہے۔ 'لوکان الایمان عندالثریا لناله رجال او رجل من هؤلاء الجامع الصحیح للبخاری ۔ ملک سراج الدین اینڈ سنز لاہور ج ۲ ص ۷۲۷ مسلم کے الفاظ یہ ہیں۔ "لوکان الدین عندالثریا لذهب به رجل من فارس اوقال من ابناء فارس حتی یتناوله"۔ صحیح مسلم، اصح المطابع، کراچی ج ۲، ص ۳۱۲۔ مسند احمد اور موارد الظمآن میں یہ الفاظ ہیں۔ "لو کان العلم بالثریا لتناوله ناس من ابناء فارس"۔ دیکھیے: مسند الامام احمد بن حنبل"، ادارہ احیاء السنۃ گوجرانوالہ (س-ن) ج ۲، ص ۴۲۲، ھیثمی: "موارد الظمان الی زوائد ابن حبان - المطبعۃ السلفیہ مکۃ المکرمۃ (س-ن)، ص ۵۷۴

۵۶- سیوطی: تبییض الصحیفه فی مناقب الامام ابی حنیفه، ادارہ القرآن والعلوم الاسلامیۃ۔ کراچی (س-ن)، ص ۲۰

۵۷- قال الحافظ المحقق الجلال السیوطی هذا اصل صحیح یعتمد علیه فی البشارة بابی حنیفه وفی فضیلته التامة الی ان قال : قال بعض تلامذة الجلال و ماجزم به شیخنا من ان الامام ابا حنیفة هو المراد من هذا الحدیث ظاهر لاشک فیه "، الخیرات الحسان، ص۱۳

۵۸- ابوزہرہ: ابو حنیفة. حیاته وعصره آراؤه ، وفقهه ، دارالفکر العربی۔بیروت، ص۱۷-۱۸

۵۹- موفق: مناقب، ۱/۹-۲۳، کردری: مناقب، ۱/۲۴-۳۱، تاریخ بغداد ، ۱۳/۳۳۵

۶۰- الخیرات الحسان، ص۱۳

۶۱- ابوزہرہ: ابو حنیفة، ص۷

۶۲- شبلی: سیرۃ النعمان، ص۸۸

۶۳- قرشی، عبدالقادر: الجواهر المضیئه، میر محمد کتب خانہ۔کراچی (س-ن)، ص۴۳

۶۴- یہ کتاب ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ کراچی سے طبع ہو چکی ہے

۶۵- دیکھیے: ابن تیمیہ: مجموعه رسائل کبری، ۱/ ۲۷-۲۹

۶۶- مقدمه ابن خلدون، ص۴۴۴

۶۷- محمد بن ابراہیم الوزیر: الروض الباسم فی الذب عن سنة ابی القاسم، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ۔ مصر (س-ن)، ج۱، ص۱۶۰-۱۶۱

۶۸- الاعلان بالتوبیخ، ص۱۱۷-۱۱۸

۶۹- شعرانی نے المیزان الکبری میں امام صاحب کا بھرپور دفاع کیا ہے اور متعدد فصلیں قائم کی ہیں ایک فصل کا عنوان ہے۔ "فصل فی بعض الاجوبة عن الامام ابی حنیفة" دوسری فصل "فی بیان ضعف قول من نسب الامام ابی حنیفته الی و انه یقدم القیاس علی حدیث رسول الله صلی الله علیه وسلم" ۔تیسری فصل "فی تضعیف قول من قال ان مذهب الامام ابی حنیفة ضعیف غالبًا ۔چوتھی فصل "فی بیان ضعف من قال ان مذهب الامام ابی حنیفة اقل المذاهب احتیاطاً فی الدین" ۔پانچویں فصل "فی بیان ذکر بعض من اطنب فی الثناء علی الامام ابی حنیفه من بین الائمة علی الخصوص" ، المیزان الکبری، ۱/ ۶۹-۸۲

۷۰- التاریخ الصغیر، ص۱۵۸-۱۵۹

۷۱- "فابوحنیفة رضی الله عنه یقال بلغت روایته الی سبعته عشر حدیثا اونحوها، مقدمه

ابن خلدون، ص۴۴۴

۷۲- ابن سعد: الطبقات الکبریٰ، دارصادر۔بیروت،(س-ن)،ج۶،ص۹

۷۳- کتاب الکنی والاسماء، حیدرآباد دکن ج۱،ص۱۷۴

۷۴- دیکھیے: نعمانی، عبدالرشید: ابن ماجہ اور علم حدیث، میر محمد کتب خانہ کراچی (س-ن) ص۳۶-۵۳

۷۵- موفق: مناقب، ۱/۳۷_۵۳، کردری: مناقب، ۱/۷۰-۸۷

۷۶- ملا علی القاری: مناقب الامام ذیل جواهر المضیئه، ج۲ص۴۵۴، تبییض الصحیفة، ص ۳۸-۶۰

۷۷- تفصیلات کے لیے دیکھیے: انوار الباری، ج۱ص۷۵،۸۹-۹۷

۷۸- ذھبی: مناقب الامام وصاحبیه ابی یوسف و محمد بن الحسن، دارالکتاب العربی-مصر(س -ن)،ص۱۹۰

۷۹- الخیرات الحسان، ص۳۴

۸۰- ذھبی: تذکرة الحفاظ، داراحیاء التراث العربی۔بیروت۔(س-ن) ج۱ص۱۶۸

۸۱- موفق: مناقب، ۲/۱۴۹

۸۲- تبییض الصحیفته، ص۱۲۹

۸۳- یوسف صالحی: عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفة النعمان، مکتبہ الایمان- المدینۃ المنورہ (س-ن)،ص۳۱۹

۸۴- ذیل الجواهر المضیئة(مناقب ملا علی القاری)، ج۲،ص۴۷۴، نیز موفق: مناقب، ۱/۹۵

۸۵- کان ابو حنیفه یروی اربعة آلاف حدیث الفین لحماد والفین لسائر المشیخة، موفق: مناقب، ۱/۹۶

۸۶- شاہ ولی اللہ: ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء، سہیل اکیڈمی لاہور،۱۹۷۶ء، ج۲،ص۱۴۱

۸۷- موفق: مناقب، ۱/۹۳، ذھبی: مناقب الامام، ص۲۲

۸۸- ظفر احمد عثمانی: انجاء الوطن عن الازدراء بامام الزمن، کراچی ۱۳۸۷ھ، محمد تقی عثمانی: درس ترمذی۔ مکتبہ دارالعلوم کراچی ۱۹۸۳ء، ص۹۹

کسی سرزمین پر ایک حد کے نفاذ کی برکت وہاں چالیس روز نازل ہونے والی بارش کی برکت سے بہتر ہے

۸۹- عقود الجمان، ص۳۲۰

۹۰- الخیرات الحسان۔فصل ۱۲

۹۱- ایضاً

۹۲- موفق:مناقب، ۱/۲۵۳

۹۳- "وقد تقول بعض المبغضین المتعصبین الی ان منھم من قال قلیل البضاعه فی الحدیث فلھذا قلت روایته ولاسبیل الی ھذا المعتقد فی کبار الائمة". مقدمہ ابن خلدون ص۴۴۴

۹۴- الخیرات الحسان، ص۳۴

۹۵- موفق: مناقب، ۱/۲۳۵

۹۶- ذہبی:العبر فی خبر من غبر، ۱/۲۱۴

۹۷- بخاری: التاریخ الکبیر، ۸/۸۱

۹۸- کتاب الضعفاء و المتروکین، ص۲۹

۹۹- سنن دارقطنی، ۱/۳۲۳

۱۰۰- میزان الاعتدال :۴/۲۶۵

۱۰۱- دیکھیے:ابن عبدالبر:جامع بیان العلم و فضله، ادارۃالطباعۃ المنیریۃ-مصر(س-ن)ج۲،ص۱۴۹، موفق:مناقب،۱/۱۹۱-۱۹۲،کردری: مناقب، ۱/۹۱، تھذیب التھذیب، ۱۰/۴۵۰

۱۰۲- الجواھر المضیئه،۱/۲۹

۱۰۳- کشمیری کہتے ہیں"فعلم ان الامام الھمام رحمه الله تعالی لم یکن مجروحاً الی زمن ابن معین رحمه الله تعالی ثم وقعت وقعة "الامام احمد رحمه الله تعالی و شاع ماشاع وصارت جماعة المحدثین فیه فرقاً والا فقبل تلک الوقعة توجد فی السلف جماعة تفتی بمذھبه ویحیی بن معین ایضًا حنفی". دیکھیے:انورشاہ: فیض الباری علی صحیح البخاری، مطبعۃ حجازی۔قاھرۃ۱۹۳۸ء،ج۱،ص۱۶۹

۱۰۴- جامع بیان العلم وفضله، ۲/۱۴۹

۱۰۵- تذکرۃ الحفاظ، ۱/۱۶۸

۱۰۶- ظفر احمد عثمانی:مقدمه اعلاء السنن (ابو حنیفه و اصحابه المحدثون) ۳/۵۶،"درس ترمذی" ۱۰۳-۱۰۴

☆ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

۱۰۷- کردری: مناقب ۱/۵۹ "ان شعر الامام کان الطف والفصح من شعر الشافعی وجودة الشعر لاتکون الا بکمال البلاغة"

۱۰۸- وفیات الاعیان، ۵/۴۱۳

۱۰۹- حوالہ مذکور

۱۱۰- کوثری نے اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے، تانیب الخطیب، ۳۴-۳۹

۱۱۱- نواب صدیق حسن: التاج المکلل من جواهر ماثر الطراز الآخر والاول، شرف الدین الکتبی واولاده۔ المطبعة الہندیہ العربیہ- بمبئی ۱۹۶۳ء، ص ۱۳۸

۱۱۲- المیزان الکبری، ۱/۷۱

۱۱۳- ایضاً، ۱/۷۲

۱۱۴- ایضاً، ۱/۷۱-۷۴ شعرانی امام صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں: وکان رضی الله عنه یقول نحن لا نقیس الا عندالضرورة الشدیدة و ذالک اننا ننظر اولا فی دلیل تلک المسالة من الکتاب والسنة او اقضیة الصحابة فان لم نجد دلیلا قسنا حینئذ مسکوتًا عنه علی منطوق به بجامع اتحاد العلة بینهما، وفی روایة اخری عن الامام انا ناخذ اولًا بالکتاب ثم بالسنة ثم باقضیة الصحابة و نعمل بما یتفقون علیه فان اختلفوا قسنا حکمًا علی حکم بجامع العلة بین المسلتین حتی یتضح المعنی، وفی روایة اخری انه یقول ما جاء عن رسول الله صلی الله علیه وسلم فعلی الراس والعین بابی هو و امی ولیس لنا مخالفته وما جاء نا عن اصحابه تخیرنا وما جاء عن غیرهم فهم رجال و نحن رجال ." المیزان الکبری، ۱/۷۱)

۱۱۵- تفصیل دیکھیے: خوارزمی: جامع مسانید الامام الاعظم، حیدرآباد- دکن ۱۳۳۲ھ، ص ۴۱-۵۳

۱۱۶- ذہبی: مناقب الامام، ص ۲۱

۱۱۷- ذیل الجواهر، ۲/۴۶۰

۱۱۸- دیکھیے: موفق: مناقب، ۱/۸۹-۹۰

۱۱۹- دیکھیے: الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الحیل

۱۲۰- تفصیل دیکھیے: ابوزہرہ، ابو حنیفة، ۴۲۱-۴۲۸

۱۲۱- سرخسی: المبسوط ۹/۳

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

۱۲۲- خصاف کی یہ کتاب قاھرۃ سے ۱۳۱۴ھ میں طبع ہو چکی ہے

۱۲۳- ابن قیم: اعلام الموقعین عن رب العالمین، دارالجیل - بیروت (س-ن) ۳/۱۷۸، ابن قیم نے حیل کے موضوع پر بڑی عمدہ بحث کی ہے دیکھیے کتاب مذکور ۳/۱۶۰-۲۵۶۔ زاہد الکوثری امام صاحب کی طرف حیل کی نسبت کے متعلق لکھتے ہیں: "نعم یروی عن ابی حنیفه اشیاء فی المخارج فی کتب الثقات من امثال ابن عبدالبر و ابن ابی العوام و الصمیری وغیرهم لکن لیس شیء منها ما ینا هض حکمة التشریع بل کلها علیٰ طریق التخلیص من المازق بدون ابطال حق و احقاق باطل و الیه ندب الکتاب و السنة بل کل مایروی عن اصحابه باسانید صحیحة فی هذا الصدد من هذا القبیل"، تانیب الخطیب، ص۱۷۸

۱۲۴- بخاری: کتاب التاریخ الکبیر، ۸/۸۱

۱۲۵- شہرستانی: کتاب الملل و النحل، مطبعۃ الازہر-مصر ۱۹۱۰ء ج ا، ص ۲۵۸

۱۲۶- تانیب الخطیب، ص ۶۴-۶۸

۱۲۷- الخیرات الحسان نیز جامع بیان العلم، ۲/۱۴۸

۱۲۸- مجموعه رسائل کبری، ۱/۲۷-۲۹

۱۲۹- "الفقه الاکبر و شرحه، لملا علی القاری، دارالکتب العربیة الکبری، مصر (س-ن) ص ۶۶-۶۸

۱۳۰- تاریخ بغداد، ۱۳/۳۷۸-۳۸۰، الانتقاء، ۱۵۱/

۱۳۱- ایضاً

۱۳۲- ایضاً، ۳۷۷-۳۷۸

۱۳۳- الانتقاء، ۱۶۶

۱۳۴- الفقه الاکبر و شرحه لملا علی القاری، ص ۳۱

۱۳۵- الانتقاء، ۱۶۶

۱۳۶- خطیب تبریزی: "الاکمال فی اسماء الرجال" ملحق بمشکاة المصابیح، طبع عبدالخالق قصہ خوانی پشاور (س-ن) الباب الثانی فی ذکر ائمة اصحاب الاصول، ص ۶۴۰

۱۳۷- حوالہ مذکور

۱۳۸- موفق: مناقب، ۱/۲۴-۳۴، سیوطی: تبییض الصحیفة، ۲۶-۳۴

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

۱۳۹- انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں۔ انه تابعی رؤیة وتبع التابعی روایة فانه ثبت رویته انسًا رضی الله عنه عند الکل ۔مولانا عطاء اللہ حنیف نے ابوزہرہ کی ''ابوحنیفہ'' کے اردو ترجمہ کے حواشی میں یہ قول "انه لم یثبت له غیر رؤیة انس رضی الله عنه" کشمیری کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ یہ درست نہیں یہ کشمیری موصوف کی رائے نہیں بلکہ حافظ قاسم بن قطلو بغا کی رائے ہے جوانہوں نے ''عینی'' کی تردید میں نقل کی ہے۔عینی کے نزدیک امام صاحب نے سات صحابہ کی زیارت کی تھی۔دیکھیے: فیض الباری''۱/۲۰۲۔نیز ''حیات امام ابوحنیفہ'' (ترجمہ غلام احمد حریری) حواشی، ص ۱۰۸

۱۴۰- الخیرات الحسان، ٦

۱۴۱- چھ صفحات کا یہ رسالہ کوثری کی تصنیف احقاق الحق بابطال الباطل، مغیث الخلق کے آخر میں ملحق ہے جو کہ مکتبہ الانوار سے ۱۳۶۰ھ میں طبع ہو چکی ہے۔

۱۴۲- دیکھیے: موفق: مناقب ۲/۳۴۔۹ ذھبی: مناقب الامام، ص ۱۹

۱۴۳- تاریخ بغداد، ۱۳/۴۰۳،۴۱۲-۴۱۳ ۱۴۴- تانیب الخطیب، ۱۷۵-۱۷۶،۲۱۳-۲۱۴

۱۴۵- تاریخ بغداد، ۱۳/۳۳۵ موفق ۲/۲۰۵-۲۰۷، ذھبی: مناقب الامام، ص ۳۲، عقود الجمان، ۳۶۵-۳۷۵، الخیرات الحسان، ٦۴-٦۵

۱۴٦- ابوزہرہ، ابو حنیفة، ص ۱٦۵ ۱۴۷- ایضاً، ۱٦٦

۱۴۸- الفقه الاکبر و شرحه لملا علی القاری، ص ۵۹-٦۰

۱۴۹- موفق: مناقب، ، ۱/۱۵۱

۱۵۰- احمد امین: ضحی الاسلام، مکتبۃ النھضہ المصریۃ- قاہرہ ۱۹۵٦ء ج ۱، ص ۷۷-۷۸

۱۵۱- تفصیل کے لیے دیکھیے سابقہ حاشیہ نمبر ۵۵

۱۵۲- سیرۃ النعمان، ۱۳۴

۱۵۳- مر به ابن عمر و هو یحدث بالمغازی فقال شهدتها و هو اعلم بهامنی. ابن عماد حنبلی: شذرات الذهب، دار الفکر-بیروت، ۱۹۷۹ء ج ۱، ص ۱۲۷

۱۵۴- سیرۃ النعمان، ۲۲

۱۵۵- شبلی نے آپ کی طرف منسوب جملہ تصانیف سے انکار کیا ہے۔ سیرۃ النعمان، ۱۴۵

۱۵٦- وفیات الاعیان، ٦/۳۸۲-۳۸۳

۱۵۷- موفق: مناقب، ۱/۹۰

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆